حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

جلد ۱۸ نومبر و دسمبر ۲۰۱۴ء شمارہ ۱۱ و ۱۲

فہرست مضامین

مُدیرِ اعلیٰ : ملک مُمتاز حسین اعوان

مُدیر : گلزار حسین محمدی

پبلشر : ملک مُمتاز حسین اعوان

مطبع : انصار پریس بلاک ۱۰

مقامِ اشاعت : جامعہ علمیہ سُلطان المدارس سرگودھا

کمپوزنگ : الخط کمپیوٹرز 0307-6719282

فون : 048-3021536

زرِ تعاون 400 روپے

لائف ممبر 5000 روپے

اداریہ

عشرہ محرم واربعین اور ہماری ذمہ داریاں

عشرہ محرم الحرام شہدائے کربلا کی یاد میں پوری دنیا میں عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ ہر مذہب وملت کے لوگ اپنی اپنی فکر کے مطابق شہدائے کربلا کی بے مثال قربانی کی یاد مناتے ہیں۔ مکتب تشیع کے لوگ خاص طور پر مجالس عزا ماتم اور عزاداری کی دیگر تقریبات کا انعقاد کرکے محبت اہل بیت کا اظہار کرتے ہیں۔ محرم الحرام کا چاند دیکھتے ہی امام بارگاہوں میں صف عزا برپا کی جاتی ہے۔ ہر طرف یاحسین کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، واعظین و ذاکرین واقعاتِ کربلا کو دلسوز انداز میں بیان کرکے رقت آمیز مناظر کا سماں پیدا کرتے ہیں۔ اس وقت ہمارے منبر حسینی پر کچھ ان پڑھ اور نااہل لوگ براجمان ہو گئے ہیں، جس وجہ سے مقصد شہادت حسین علیہ السلام کی ترویج کی بجائے غلط افکار کی تشہیر ہو رہی ہے۔ ایک طبقہ نے عزاداری مظلوم کربلا کو کاروبار کا روپ دے دیا ہے۔ خوش گلو ذاکرین قوم کا نہایت بے دردی سے استحصال کر رہے ہیں۔ اکثر وبیشتر بانیان مجالس ریاکاری اور اپنی ذاتی شہرت و مفاد کی خاطر ذاکرین کو لاکھوں میں تولتے ہیں۔ ان خیالات کی کی وجہ مکتب شیعہ حقیقی عقائد ونظریات کو مسخ کیا جارہا ہے۔ منبر حسین پر آنے والوں کا کوئی معیار مقرر نہیں ہے۔ ہر کہ ومہ اچھی آواز اور بے وزن نکتوں سے عوام میں سستی شہرت حاصل کرکے دولت کما رہا ہے۔

ایام عزا میں مقصد شہادت امام مظلوم اس طرح بیان کرنا ضروری ہے کہ لوگ اقامت دین اور اعمال صالحہ کی طرف مائل ہوں۔ عزاداری شہدائے کربلا کے وہی مقاصد ہیں جو قیام حسینی کے مقاصد تھے۔ ان مقاصد کے حصول اور ان کی ترویج کے لیے منبر حسینی پر مستند اور صالح اہل علم کے لیے مواقع پیدا کیے جائیں۔ غیر ذمہ دار واعظین و ذاکرین نے اس حد تک جسارت پیدا کردی ہے کہ عقائد مذہب حقہ کے اصلی خدوخال بگاڑ کر رکھ دیے ہیں۔ غلو و تفویض کی تشہیر کرکے عوام کے عقائد پر ڈاکا ڈالا جارہا ہے۔ ان کی اس روش ورفتار پر اگر کوئی تنقید اور تنقیص کرے تو اسے وہابی اور غیر شیعہ کے نازیبا طعنے دیے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے عقائد واعمال میں جو خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں وہ منبر کی تطہیر نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

نواسہ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ کی ترویج واشاعت کے لیے نئے عزم وولولے او ردرست اقدام کے ساتھ جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ہمارے علماء کرام اور واعظین کا فرض ہے کہ ایام عزا میں امام حسین کے دروازے پر آئے ہوئے افراد کی جھولی علم وعمل کی دولت سے بھردیں۔ ایام عزا میں مومنین آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ مراسم عزاداری کو ادا کریں، حکومت اور دیگر مکاتب فکر کے افراد سے بھرپور تعاون کرکے اعتدال پسندی کا ثبوت دیں۔ بانیانِ مجالس واعظین وذاکرین مل کر مشن حسینی کی ترویج کے لیے آگے بڑھیں۔ علم و عمل کی شمع روشن کرنے میں مثالی کردار ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

باب العقائد

جبر و تفویض کے بارے میں اعتقاد

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

یہ مسئلہ بھی سابقہ مسئلہ کی طرح بڑا معرکۃ الآراء اور مہتم بالشان مسئلہ ہے۔ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ مسئلہ اختلافِ امت کی آماجگاہ بن کر افراط و تفریط کا شکار ہو چکا ہے۔ اگرچہ حضرات اشاعرہ خدا تعالیٰ کو افعالِ عباد کا خالق قرار دے کر بزعم خود اس کی قدرتِ مُطلقہ کا اثبات اور اس سے ہر قسم کے شرکاء کی نفی کرتے ہیں۔ اور اسی طرح مُعتزلہ حضرات تفویض کا قول اختیار کر کے اس کی ساحت قدس کو جبر و جور سے منزہ و مبرا قرار دینے کی سعی کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں نظریے شانِ ربوبیت کے منافی ہیں۔ کیونکہ اشاعرہ کے قول کی بنا پر خداوند عالم کا ظالم و جابر اور مخلوق کا مظلوم و مقہور ہونا لازم آتا ہے، جو سراسر قبیح ہے اور شانِ خداوندی کے خلاف ہے۔ اور مُعتزلہ کے نظریہ کی بنا پر ممکن الوجود کا استقلال اور واجب الوجود سے اس کا استغناء و بے نیاز ہونا اور قادرِ مُطلق کا معطل ہونا لازم آتا ہے۔ اور یہ امر بھی قادر قیوم کی شانِ قدرت و قیومیت کے منافی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ احادیثِ نبویہ میں قدریہ کی بہت مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ آں جنابؐ کی ایک مشہور و مُعتبر حدیث ہے، فرمایا:

"لعنت القدریہ علی لسان سبعین نبیا"

قدریہ پر ستر انبیاءؑ کی زبانی لعنت کی گئی ہے۔

(شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ طبع اسلامبول وغیرہ)

اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں وارد ہے: "القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ" کہ قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں۔ (شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۳۲ وغیرہ)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت بابرکت میں ایران سے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: تو نے جو کچھ دیکھا ہے اس میں سے جو چیز زیادہ تعجب خیز ہے اس کی مجھے خبر دو۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے ایک ایسی قوم (مجوس) کو دیکھا ہے، ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کرتے ہیں اور جب ان سے کہا جائے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ کی قضا و قدر میں ہمارے متعلق ایسا ہی مقرر ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے اواخر میں بھی کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ایسی باتیں کہیں گے، وہ میری امت کے مجوسی ہوں گے۔

(شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ و سفینۃ البحار وغیرہ)

اس قسم کی بکثرت احادیث کتب فریقین میں موجود ہیں۔ لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ اشاعرہ (جبریہ) اور مُعتزلہ (تفویضیہ) میں سے ہر فریق اپنے مدمقابل کو ان

احادیث کا مصداق قرار دیتا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ص وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ (سورۃ البقرہ: ۱۱۳)

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں فریق ایک دوسرے پر ان احادیث کو منطبق کرنے میں سچے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ احادیث سے مُستفاد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں فریقوں پر قدریہ کا اطلاق ہوا ہے۔ اگرچہ جبریہ پر ان روایات کا انطباق زیادہ ظاہر ہے۔ کما لایخفی۔

حضرت علامہ مجلسی فرماتے ہیں:

''سیتضح لك ان کلا منهما ضال صادق فیما نسب الی الاخر و ان الحق غیر ما ذهب الیه و هو الامر بین الامرین''

تم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ دونوں گروہ گمراہ ہیں اور جو نسبت ایک دوسرے کی طرف دیتے ہیں اس میں سچے ہیں۔ کیونکہ حق ان دونوں نظریوں کے خلاف ہے اور وہ ہے امر بین الامرین۔

بس ان حقائق کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ یہ دونوں نظریے بوجہ افراط و تفریط ناقابل قبول ہیں اور صحیح نظریہ ان نظریات کے علاوہ کوئی ایسا ہونا چاہیے جو افراط و تفریط کی زد سے محفوظ ہو۔

اسی نظریہ شریفہ کو ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے:

''لا جبر و لا تفویض بل امر بین الامرین''

دین میں نہ جبر ہے نہ تفویض بلکہ حقیقت ان کے بین بین ہے۔ انسان نہ تو مجبور محض ہے اور نہ مُختار مُطلق، بلکہ معاملہ ان ہر دو کے درمیان ہے۔

اور یہ ایسا بہترین نظریہ ہے کہ بعض اشعری علماء بھی اس کی حقانیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ علامہ فخر الدین رازی نے مسئلہ جبر و تفویض میں ابحاثِ طویلہ کے بعد لکھا ہے:

''و نحن نقول الحق ما قال بعض ائمة الدین انه لا جبر و لا تفویض لکن امر بین الامرین''

اس مسئلہ میں حق بات وہی ہے جو بعض ائمہ دین نے فرمائی ہے کہ نہ بالکل جبر ہے اور نہ بالکل تفویض بلکہ حقیقت ان کے بین بین ہے۔ اس مضمون کی احادیث شہرت و کثرت میں حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان کی صحت و وثاقت کے متعلّق تو بحث کرنا عبث ہے۔ البتّہ غور طلب امر یہ ہے کہ اس بین بین امر اور اس منزلہ ثالثہ سے مراد کیا ہے؟ یہ امر قابل توجہ اور لائق تفکر ہے۔ اس کے متعلّق مُتعدّد قول موجود ہیں۔ یہاں ان تمام اقوال کے نقل کرنے کی نہ گنجائش ہے اور نہ ہی چنداں ضرورت۔ لہٰذا ہم ان میں سے فقط پانچ قول پیش کرتے ہیں۔ وفیما کفایة لمن له درایة۔

الامر بین الامرین کی تحقیق میں

پہلا قول

یہ وہ قول ہے جسے حضرت شیخ مُفید علیہ الرحمۃ نے اختیار فرمایا ہے۔ اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ جبر سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر اس طرح مجبور کرنا کہ اس کی اپنی طاقت و قدرت سلب ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ نظریہ جبر کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم ہی انسان میں اطاعت یا معصیت کو خلق

کردیتا ہے۔ اور انسان کی قدرت اور اس کے ارادہ و اختیار کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا، اور تفویض یہ ہے کہ افعال عباد میں سے وجوب و حرمت کو اٹھا لیا جائے۔ اور انسانوں کو بالکل مُطلق العنان اور آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جو ان کا جی چاہے سو کریں۔ جیسا کہ زنادقہ و ملاحدہ کہتے ہیں۔ ان دونوں نظریات کے درمیان جو واسطہ اور درمیانی نظریہ ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے بندوں کو اپنے افعال نیک و بد پر قدرت و تمکنت دی ہے۔ اور ان کے لیے حدود و قیود شرعیہ بھی مقرر فرمائے ہیں۔ اور پھر تعمیل کے مرحلہ میں وعد و وعید اور زجر و توبیخ کو بھی عمل میں لایا گیا ہے۔ اب نہ تو بندوں کو افعال پر قدرت عطا کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا نے ان کو افعال پر مجبور کیا ہے۔ اور چونکہ حدود و قیود مقرر کر دیے ہیں، اور اوامر و نواہی کا سلسلہ قائم کر کے اطاعت و فرمانبرداری پر وعدہ ہائے اجر و ثواب اور مخالفت و نافرمانی پر وعید ہائے عقاب و عذاب فرمائے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے ان کو بالکل مُہمل اور شتر بے مہار کی طرح آزاد چھوڑ دیا ہے۔ یہ ہے ''الامر بین الامرین'' اور واسطہ ''بین القولین'' حضرت صادق آلِ محمدؐ کے ارشاد مندرجہ متن رسالہ سے اس کی تائید مزید ہوتی ہے۔

دوسرا قول:

وہ ہے جسے محدث جلیل ملا محمد امین استر آبادیؒ نے اپنی بعض کتب میں اختیار فرمایا ہے کہ ''الامر بین الامرین'' کے یہ معنی ہیں کہ انسان اس طرح مُطلق العنان نہیں ہیں کہ جو چاہیں کرتے پھریں، بلکہ ان کا ہر ہر قول و فعل ارادۂ الٰہیہ حادثہ پر مُعلّق ہوتا ہے، جس کا تعلّق تخلیہ یا منع کے ساتھ ہوتا ہے کہ خدا چاہے تو ان کے اور ان کے مقصد کے درمیان حائل ہو جائے اور چاہے تو ان کو اپنے حال پر چھوڑ دے۔ چنانچہ بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ کسی دوا یا جادو کی تاثیر اذنِ ایزدی تخلیہ پر موقوف ہوتی ہے۔ بندوں کی طاعت و معصیت کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ ہر امر حادث کا وقوع پذیر ہونا اسی طرح اذنِ باری پر موقوف ہے جس طرح کوئی معلول اپنے وجود میں اپنے شرائط پر موقوف ہوتا ہے۔ یہ قول ہے تو عمدہ مگر اس میں نقص یہ ہے کہ عام فہم نہیں ہے۔

تیسرا قول:

وہ ہے جو بعض احادیث سے مُستفاد ہوتا ہے۔ جیسا کہ عیون اخبار الرضاؑ میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خداوند عالم ہی ہمارے افعال کا خالق و فاعل ہے۔ اور پھر ہمیں ان پر عذاب و عقاب بھی کرتا ہے۔ وہ جبر کا قائل ہے، اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ خداوند عالم نے پیدا کرنے اور رزق دینے کا کام ائمہ معصومینؑ کے سپرد کر دیا ہے وہ تفویض کا قائل ہے۔ جبر کا قائل کافر اور تفویض کا قائل مشرک ہے۔ راوی نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! امر بین الامرین کیا ہے؟ فرمایا: جن امور کا خدا نے حکم دیا ہے ان کے بجا لانے اور جن امور سے روکا ہے ان کے ترک کرنے کی انسان کو قدرت و طاقت دی ہے۔ راوی نے عرض کیا: آیا اس مرحلہ میں خداوند عالم کے ارادہ اور اس کی مشیّت کو بھی کوئی دخل ہے؟ فرمایا: جہاں تک طاعاتِ

الٰہیّہ کا تعلق ہے، ان میں اللہ سبحانہ کے ارادہ ومسیت کے دخل کا یہ مطلب ہے کہ خدا ان کو حکم دیتا ہے اور ان پر رضا مند بھی ہے۔ اور ان کی بجا آوری پر معاونت و مساعدت بھی کرتا ہے اور گناہوں میں اس کی مشیّت اور اس کے ارتکاب سے ناراض ہوتا ہے اور ان کی بجا آوری میں اس کا خذلان (ترکِ توفیق) شامل ہوتا ہے۔ راوی نے عرض کیا: آیا ان افعال میں خداوند عالم کی قضا کو بھی کچھ دخل ہے؟ فرمایا: بندے اپنے افعال نیک یا بد کی وجہ سے جس چیز (جزا یا سزا) کے مستحق ہوتے ہیں۔ خداوند عالم دنیا و آخرت میں ان کے بارہ میں وہی حکم اور فیصلہ نافذ کرتا ہے۔ کلام الامام امام الکلام۔

چوتھا قول:

وہ ہے جسے بعض اعلام نے اختیار کیا ہے کہ جبر کا مطلب تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا اور تفویض کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے افعال میں اس قدر مستقل و مُستَبِدّ ہے کہ اگر خدا بھی اسے باز رکھنا چاہے تو نہیں رکھ سکتا۔ اور الامر بین الامرین کا یہ مطلب ہے کہ خداوند عالم نے انسان کو فاعل مُختار تو بنایا ہے لیکن وہ قادر مُطلق ہے۔ جب چاہے بندوں سے یہ قوت سلب کر سکتا ہے۔ لہٰذا بندے جس امر کو بجا لانا چاہتے ہیں وہ ان کو اس سے باز رکھ سکتا ہے۔ اور جس امر کو وہ نہیں کرنا چاہتے وہ ان سے اسے کرا سکتا ہے لیکن بے شمار مصالح و حکم کی بنا پر ایسا کرتا نہیں ہے۔

پانچواں قول:

وہ ہے جسے غواص بحار اخبار حضرت علامہ مجلسی اعلیٰ اللہ مقامہ نے بحار الانوار میں اور فاضل سید عبداللہ شبر نے مصابیح الانوار میں اختیار فرمایا ہے۔ اس قول پر احادیث معصومینؑ پوری طرح منطبق ہوتی ہیں، اور عقل سلیم و طبع مستقیم اسے بآسانی قبول کرتی ہے۔ اس قول کا ماحصل یہ ہے کہ جس جبر کی آیات و روایات میں نفی کی گئی ہے، اس سے مراد اشاعرہ کا نظریہ فاسدہ ہے۔ اور جس تفویض کی تردید کی گئی ہے اس سے مراد مُعتزلہ کی تفویض ہے۔ (ان ہر دو نظریاتِ فاسدہ کی اوپر توضیح مع تردید گزر چکی ہے) اور وہ بین بین امر جسے ثابت کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ: خداوند عالم کی ہدایات اور اس کی توفیقات اور اس کے الطاف و مراحم کو انسان کے اعمال خیر میں اتنا دخل ہے جو جبر و اختیار کی حد تک نہیں پہنچتا۔ اور اسی طرح اس کے خذلان اور ترکِ توفیق کو بندوں کے گناہ و عصیان میں کسی قدر تعلق ضرور ہے لیکن وہ اجبار و اکراہ تک مُنتج نہیں ہوتا، اور یہ ایسا وجدانی مسئلہ ہے کہ ہر انسان اپنے مختلف حالات و کوائف میں اس حقیقت کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔

اس مطلب کی حضرت علامہ نے ایک مثال پیش کر کے وضاحت فرمائی ہے کہ ایک آقا اپنے کسی ملازم سے کوئی ایسی فرمائش کرتا ہے جس کی بجا آوری کا طور و طریقہ بھی اسے اچھی طرح بتا دیتا ہے۔ اور مزید برآں اس کی بجا آوری پر کچھ انعام دینے کا وعدہ اور مخالفت کی صورت میں کچھ سزا دینے کی وعید و تہدید بھی کرتا ہے۔ اب اگر اسے کسی طرح یہ معلوم بھی ہو جائے کہ ملازم اس کی فرمانبرداری نہیں کرے گا۔ مگر وہ مذکورہ بالا مقدار پر اکتفا کرتے ہوئے اسے کچھ مزید تاکید وغیرہ نہ کرے اور نہ کوئی سہولت میسر کرے تو اندریں حالات نافرمانی کی

صورت میں اگر آقا ایسے غلام کو کچھ سزا دے تو کوئی عقلمند اس کی مذمت نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس نے اپنے نوکر کو نافرمانی کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اور نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسے بالکل مُہمل چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اگر مذکورہ بالا مثال میں آقا مذکورہ بالا وعد و وعید اور افہام و تفہیم پر اضافہ کرتے ہوئے ایسا انتظام کر دے کہ مثلاً ایک آدمی کو مقرر کر دے کہ وہ غلام کو اپنے آقا کی اطاعت پر ترغیب و تحریص دلاتا رہے۔ اور اس کی نافرمانی کی صورت میں اس کے عذاب و عقاب سے ڈراتا رہے اور اس طرح وہ غلام اپنے ارادہ و اختیار سے فرمانبرداری کرے تو اندریں حالت بھی کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ آقا نے اپنے غلام کو اطاعت گزاری و فرمانبرداری پر مجبور کر دیا ہے۔

یا مثال یوں تصور کریں کہ ایک سردار نے اپنے دو ملازموں کو کسی کام کے لیے کہیں جانے کا حکم دیا کہ وہاں تک بآسانی پیدل چل کر پہنچ سکتے تھے اور دونوں کو فرمانبرداری کی صورت میں انعام و اکرام کا وعدہ اور نافرمانی کی صورت میں سزا کی وعید و تہدید بھی کی۔ اندریں صورت اگر وہ سردار اپنے ذاتی علم کی بنا پر کہ ان میں سے ایک ملازم بہر حال اطاعت کرے گا اور دوسرا نافرمانی کا مرتکب ہوگا۔ اگر پہلے کے لیے سواری کا بھی انتظام کر دے اور دوسرے کے لیے انتظام نہ کرے تو اب جسے اس نے سواری مہیا کر دی ہے، نہ اس کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ سردار نے اسے اطاعت کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور نہ دوسرے ملازم کے بارہ میں یہ کہنا صحیح ہے کہ سردار نے اسے بالکل مُہمل اور مُطلق العنان چھوڑ دیا ہے۔ بل امر بین الامرین۔

باقی رہا یہ امر کہ خلاقِ عالم کن لوگوں پر یہ خُصُوصی لطف و احسان کرتا ہے اور کن پر نہیں کرتا، یہ مکلفین کے اپنے حسن اختیار اور سوئے اختیار، صفائی باطن اور کدورت باطن، حسن طبیعت اور سوء طویت پر مُنحصر ہے۔

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ جو گوہر نہ بنا تھا

☆

بقیہ باب المسائل

تھوڑی دیر کے بعد پھر ہمبستری کر لیں تو شرعی اعتبار سے یہ کیسا ہے؟ اور کیا اس صورتِ حال میں ان دونوں کو ایک ہی مرتبہ غسل کرنا پڑے گا، یا پھر ہر مرتبہ مجامعت کے بعد غسل کریں۔ اس کے بعد پھر دوسری مرتبہ مجامعت کریں۔ رہنمائی فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ! ایسی صورت میں افضل تو یہ ہے کہ ایک بار مجامعت کے بعد جب دوسری بار کرنا ہو تو پہلے غسل کر لیا جائے اور اگر غسل نہ کر سکے تو کم از کم وضو کر لے۔ اور اگر کچھ بھی نہ کرے تو بھی زوجہ سے بار بار مباشرت جائز ہے۔ اور بعد میں صرف ایک غسل واجب ہوگا۔ وبس

باب الاعمال

وٹہ سٹّہ کی شادی اور اس کی خرابیاں

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

اکثر مسلمان قوموں اور ہمارے ملک کے اکثر علاقوں میں وٹہ سٹّہ کی شادی کی قبیح رسم جاری ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ اس لڑکی کے بدلے اپنے خاندان کی کسی لڑکی (بہن، بیٹی یا کسی اور رشتہ دار) کی شادی اس لڑکی کے خاندان کے کسی لڑکے (باپ، بھائی یا کسی اور رشتہ دار) سے کردے۔ اگر تو اس سلسلہ میں ان لڑکیوں کا علیحدہ کوئی حق مہر مقرر نہ کیا جائے، بلکہ یہ اس کے بدلے اور وہ اس کے عوض ہو، تو اسے شریعت کی زبان میں "عقد شغار" کہتے ہیں، جو حرام ہونے کے علاوہ باطل بھی ہے اور اگر ان کا حق مہر الگ الگ مقرر کیا جائے تو گو اس صورت میں یہ عقد وازدواج حرام تو نہیں ہے مگر پھر بھی معیوب ضرور ہے۔ اور کئی قسم کی خرابیوں اور بربادیوں کا موجب ہے، مثلاً اس میں یہ ہوتا ہے کہ:

ا: اس رسم بد کی وجہ سے بعض اوقات جوان یا بہت کم سن لڑکیاں بوڑھے مردوں سے بیاہ دی جاتی ہیں یا جوان عورتوں کی شادیاں کم سن بچوں سے کردی جاتی ہیں۔ اور پھر اس قسم کی بے جوڑ شادیاں ازدواجی زندگی کو ناکام و نامراد بنانے میں جو کردار ادا کرتی ہیں وہ "عیاں را چہ بیاں" کا مصداق ہوتی ہیں۔

ب: اس رسم بد کا دوسرا تاریک اور تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ اس صورت میں اگر ایک شخص جائز یا ناجائز طریقہ پر اپنی بیوی سے بدسلوکی کرتا ہے یا اسے طلاق دیدیتا ہے تو دوسرا شخص محض انتقامی طور پر اپنی بیوی سے بدسلوکی کرتا ہے یا اسے طلاق دے کر اس کی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے اور اگر وہ کسی وجہ سے ایسا نہ کرے اور نہ کرنا چاہے تو گھر والوں کی طرف اس سے ایسا پرزور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ جسے وہ ٹھکرا نہیں سکتا۔

الغرض: اس غلط رسم کی وجہ سے دونوں لڑکیوں کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔

ج: اور پھر اس طرح دو خاندانوں میں ایسی مستقل دشمنی کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس رسم بد کا استیصال ضروری ہے، بلکہ لڑکیوں اور لڑکوں کے رشتے وٹے سٹے کے بغیر مناسب و موزوں مقامات پر کردینے چاہئیں۔ واللہ الموفق۔

قیمت لے کر بیٹی یا بہن کی شادی کرنا

بعض قبائل میں زمانہ جاہلیت کی یہ قبیح رسم اب تک جاری ہے کہ اگر کوئی رشتہ کے بدلے رشتہ نہ دے سکے تو پھر اس سے اپنی بہن بیٹی کی قیمت وصول کی جاتی ہے جو لڑکی لڑکے کی عمر اور شکل وصورت وغیرہ دیگر خصوصیات کو مدنظر رکھ کر کم و بیش ہوتی ہے۔ مثلاً: جوان لڑکا جوان لڑکی سے

شادی کرنا چاہے تو قیمت کم ہوگی اور اگر زیادہ عمر کا مرد کسی جوان دوشیزہ سے شادی کرنا چاہے تو قیمت زیادہ ادا کرنا پڑے گی۔

وعلیٰ ہذا القیاس! خوب صورت لڑکی کی زیادہ اور بدصورت کی کم اور لڑکے میں اس کے برعکس قیمت ادا کرنا پڑتی ہے...... اسی طرح اس کے باکرہ یا بیوہ یا مُطلقہ ہونے کی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اس کی قیمت کا تعین کیا جاتا ہے۔

حالانکہ شرعی نقطہ نظر سے آزاد مرد اور آزاد عورت کی خرید وفروخت مُطلقاً حرام ہے۔ لہٰذا اسلام کے دعویدار اور ایمان کے علمبردار کے لیے اس بری رسم سے اِجتناب کرنا لازم ہے۔ اسی طرح لڑکے والوں سے لڑکی کی شادی کا خرچہ وصول کرنا بھی معیوب رسم ہے جو بعض علاقوں میں جاری ہے۔ جو بالکل نامناسب ہے۔ کیونکہ اس سے جہاں لڑکی والوں کی کمینگی ظاہر ہوتی ہے وہاں لڑکے پر بہت زیادہ بوجھ بھی پڑتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لڑکی ایک زرخرید لونڈی سمجھی جاتی ہے اور بیوی شوہر کی لونڈی بن کر رہ جاتی ہے، جس کا انجام بد یہ ہوتا ہے کہ اگر اس کا شوہر مرجائے تو اس کی بیوہ کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ متوفی کے بھائی سے لازماً شادی کرے۔

اس طرح متوفی کی دوسری جائداد کی طرح اس کی بیوہ بھی اس کے وارثوں کو مل جاتی ہے اور اگر متوفی کا کوئی بھائی نہ ہو تو پھر اسے کسی اور کے حبالہ عقد میں دے کے اس سے اپنی ادا کردہ قیمت وصول کرلی جاتی ہے۔

یہ ہے اس رسم بد کا بدانجام اور وہ تھا آغاز۔ جسے "دیور" کہا جاتا ہے۔

لہٰذا اس رسم بد کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔

بچپن کی منگنی

یہ درست ہے کہ شریعت مقدسہ نے ولی شرعی (باپ دادا) کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی ان کے بچپن کی حالت میں منگنی بلکہ ان کا نکاح بھی کرسکتا ہے۔ مگر عام لوگوں نے زندگی کے عام معمولات کی طرح اس سلسلہ میں بھی افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔

بعض لوگ تو عائلی قوانین کے تحت نابالغی کی منگنی اور نکاح کو جائز ہی نہیں جانتے، اور بعض اس کے جواز میں اس قدر حد سے تجاوز کرجاتے ہیں کہ وہ اس کو اپنی عزت ووقار کا مسئلہ سمجھ لیتے ہیں۔ اور اس کے توڑنے کو گناہِ کبیرہ جانتے ہیں۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ منگنی کرتے وقت بالعموم لڑکی لڑکے کی عمر کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ مثلاً لڑکی بالکل چھوٹی ہے اور لڑکا بڑا، یا لڑکا بالکل چھوٹا، پھر بعد میں اس کے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ عیاں راچہ بیاں کے مصداق ہیں۔

اب بعض علاقوں میں اس منگنی کی یہ اہمیت ہے کہ اگر کوئی لڑکا یا لڑکی شادی سے پہلے مر بھی جائے تو لڑکی کی بہن یا لڑکے کے بھائی سے منگنی کردی جاتی ہے، اگرچہ وہ اَنمل بے جوڑ ہو۔ کیونکہ اگر ان کی منگیتر کسی اور گھر میں بیاہ دی جائے تو اس میں وہ اپنی بے عزتی خیال کرتے ہیں۔

اور سندھ کے بعض علاقوں میں تو یہ جاہلانہ رسم جاری ہے کہ اگر منگنی کے دوران لڑکے کا انتقال ہوجائے تو اس کی منگیتر بن بیاہی بیوہ بن جاتی ہے اور پھر وہ عمر

پھر عقد ثانی کرنے کی روادار نہیں رہتی ۔ اس سے بڑھ کر لڑکی پر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے؟

بچپن کی منگنی میں ہوتا یہ ہے کہ کہیں عمر کا اختلاف، کہیں طبیعت کا اختلاف، کہیں تعلیم کا اختلاف (لڑکا ایم اے اور لڑکی کوری جاہل یا اس کے برعکس لڑکی بی اے اور لڑکا علم کی ابجد سے نابلد)

لہٰذا ان حالات میں جو شادیاں ہوتی ہیں وہ اکثر ناکام ہوتی ہیں، اور پھر اس سے صرف دو شخصوں کی زندگیاں ہی متاثر نہیں ہوتیں، بلکہ دو خاندانوں کے تعلقات پر بھی برا اثر پڑتا ہے ۔ اس لیے انسب یہ ہے کہ اولیاء یہ شرعی حق استعمال نہ کریں اور بچپن میں اولاد کی منگنی کرنے سے گریز کریں، بلکہ ان کے سن بلوغت میں قدم رکھنے کے بعد تمام حالات و کوائف کا مکمل جائزہ لینے نیز اولاد کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد ان کے عقد و ازدواج کا فیصلہ کریں ...... اور اگر بالفرض بچپن میں منگنی کر بھی دیں اور بعد میں مذکورہ بالا وجوہ میں سے کسی وجہ سے حالات ناخوشگوار ہو جائیں تو بلا جھجک اس منگنی کو توڑ دیں اور اس طرح اولاد کی زندگی میں زہر نہ گھولیں ۔ بلکہ ان کی زندگیوں کو تلخیوں اور ناکامیوں سے نکال کر ان پر اور خود اپنے اوپر رحم کریں ۔

باب التفسیر

جہاد ایک اہم اسلامی فریضہ ہے اور وہ فرض کفائی ہے

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

لَا یَسۡتَوِی الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ غَیۡرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الۡمُجٰہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ ؕ فَضَّلَ اللّٰہُ الۡمُجٰہِدِیۡنَ بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ عَلَی الۡقٰعِدِیۡنَ دَرَجَۃً ؕ وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰہُ الۡمُجٰہِدِیۡنَ عَلَی الۡقٰعِدِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنۡہُ وَ مَغۡفِرَۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۹۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوۡا فِیۡہَا ؕ فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَۃً وَّ لَا یَہۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّعۡفُوَ عَنۡہُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۹۹﴾

(سورۃ النساء: ۹۵ تا ۹۹)

ترجمۃ الآیات

مسلمانوں میں سے بلا عذر گھر میں بیٹھ رہنے والے اور راہِ خدا میں مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو درجہ کے اعتبار سے بیٹھے رہنے والوں پر فضیلت دی ہے اور یوں تو اللہ نے ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے، مگر اس نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم کے ساتھ فضیلت دی ہے ﴿۹۵﴾ یعنی اس کی طرف سے (ان کے لیے) بڑے درجے، بخشش اور رحمت ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿۹۶﴾ بے شک وہ لوگ جو اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، جب فرشتوں نے ان کی روحوں کو قبض کیا تو ان سے کہا: تم کس حال میں تھے؟ تو انھوں نے کہا کہ ہم زمین میں کمزور و بے بس تھے۔ فرشتوں نے کہا کہ اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر کے کہیں چلے جاتے۔ پس ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ ﴿۹۷﴾ مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے اس قدر بے بس ہیں کہ نہ تو (دار الحرب سے نکلنے کی) کوئی تدبیر کر سکتے ہیں، نہ ان کو اپنی رہائی کی کوئی راہ دکھائی دیتی ہے۔ ﴿۹۸﴾ تو امید ہے کہ خدا ایسے لوگوں سے درگزر کرے اور اللہ تو بڑا معاف کرنے والا، بڑا بخشنے والا ہے۔ ﴿۹۹﴾

تفسیر الآیات

لا یستوی القاعدون......الآیۃ

جہاد ایک اہم اسلامی فریضہ ہے

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلامی فرائض میں سے جہاد ایک اہم اسلامی فریضہ ہے۔ جس کی وجہ سے

حق کا پرچم بلند اور باطل کا پرچم سرنگوں کیا جاتا ہے اور اس کی بدولت حق کا احقاق اور باطل کا ابطال کیا جاتا ہے۔ الغرض جہاد ہی اعلاء کلمۃ حق کا بہترین ذریعہ ہے۔

جہاد فرض کفائی ہے

مگر اس میں قدرے اختلاف ہے کہ یہ واجب عینی ہے یا واجب کفائی؟ تو جو قول اہل اسلام میں مشہور ہے اور یہی منصور ہے، وہ یہ ہے کہ یہ فرض کفائی ہے۔ اگر آوازہ جہاد پر اس قدر مجاہد لبیک کہتے ہوئے میدانِ قتال میں پہنچ جائیں جن سے مقصد براری ہو جائے تو باقیوں سے یہ وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

لوگوں کی دو قسمیں ہیں

صحت اور بیماری بے عیبی اور عیب داری کے اعتبار سے دیکھا جائے تو لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔

① صحت منداور بے عیب

② بیمار اور عیب دار، جیسے اندھا، لولا، لنگڑا وغیرہ

تو واضح ہونا چاہیے کہ اسلام میں عورتوں بوڑھوں، اندھوں اور لنگڑوں، الغرض ہر قسم کے مجبوروں اور معذوروں پر جہاد واجب نہیں ہے۔ وہ صرف تندرست وتوانا جوانوں پر واجب ہے۔

خدا نے مجاہدوں کو فضیلت دی ہے

اس آیت مبارکہ میں خداوند علیم یہ بیان فرما رہا ہے کہ مجاہد اور غیر مجاہد (قاعد) برابر نہیں ہیں، بلکہ مجاہدین فی سبیل اللہ کو غیر مجاہدین (قاعدین) پر فضیلت حاصل ہے؟ وہ فضیلت کس قدر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قاعد جو کہ مجاہد نہیں ہے مجبور و معذور ہے اور اس کی نیت یہ ہے کہ اگر وہ مجبور و معذور نہ ہوتا تو میدانِ کارزار میں جا کر جہاد کرتا اور شربتِ شہادت نوش کرتا۔ "ونیة المومن خیر من عملہ" تو پھر مجاہد کو ایسے قاعد پر صرف ایک درجہ فضیلت حاصل ہے (درجۃ) اور اگر غیر مجاہد (قاعد) تندرست وتوانا ہے اور گھر میں بیٹھ کر عبادتِ خدا کر رہا ہے اور اپنے معمولاتِ زندگی ادا کر رہا ہے مگر اپنی سہل انگیزی کی بنا پر یہ سوچ کر میدانِ جہاد میں نہیں گیا کہ اس کے بغیر بھی مقصد حاصل ہو جائے گا، تو پھر مجاہد کو اس قاعد پر کئی درجوں کی فوقیت حاصل ہے۔ لیکن ثواب سب کو ملے گا۔ مگر مجاہدین کا ثواب بہت زیادہ ہے (اجراً عظیما درجات منه) اور یہی سب کو ثواب کا ملنا جہاد کے فرض کفائی ہونے کی دلیل ہے۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں: وفی هذه الآیة دلالة علی ان الجهاد فرض علی الکفایة لانه لوکان فرضاً علی الاعیان لما استحق القاعدون بغیر عذر اجراً (مجمع البیان، کذا فی تفسیر الکبیر و ابن کثیر) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جہاد فرض کفائی ہے ورنہ اگر وہ واجب عینی ہوتا تو بغیر عذر کے جہاد نہ کرنے والے کسی ثواب کے مستحق قرار نہ پاتے۔

لمحۂ فکریہ

اس آیت شریفہ سے روزِ روشن کی طرح واضح و آشکار ہے کہ مجاہدین کو قاعدین پر فضیلت اور فوقیت حاصل ہے اور پھر مجاہدین میں سے جس قدر زیادہ جہاد کرے گا، اس کو دوسرے مجاہدین پر اتنی ہی زیادہ فضیلت و برتری حاصل ہوگی اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ اسلام کی تاریخ میں پیغمبر اسلام

ﷺ کے بعد پورے عالم اسلام میں سب سے زیادہ جہاد مجاہد اسلام حضرت علی علیہ السلام نے کیے ہیں۔ جن کی شجاعت وشہامت کے ترانے نہ صرف انسانوں اور جنوں نے پڑھے ہیں بلکہ فرشتوں نے بھی یہ کہہ کر ان کی بہادری کے گن گائے ہیں:

لا فتی الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

تو قطع نظر حضرت علیؑ کے دوسرے علمی و عملی کارناموں کے ان کے جہاد فی سبیل اللہ کی کثرت ہی تمام امت مسلمہ سے ان کی افضلیت کی ناقابلِ رد دلیل ہے۔ غالباً انہی حقائق کی بنا پر پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا تھا: "علیؑ خیر البشر من ابی فقد کفر" (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۹، ینابیع المودۃ صفحہ ۲۰۴، طبع بمبئی، کنوز الحقائق فی شرح حدیث برحاشیہ جامع صغیر سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷)

ان الذین توفی ھم الملئکۃ ......الایۃ

ہجرتؒ کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی وضاحت

ہجرت جس کے لغوی معنی چھوڑ دینے کے ہیں، اور شرعی اصطلاح میں دار الکفر کو چھوڑ کر دار الاسلام کی طرف منتقل ہونے کا نام ہجرت ہے۔

ہجرتؒ کے فضائل

اوائل اسلام میں جب کہ مسلمان ہر لحاظ سے کمزور و ناتواں تھے اور دار الکفر میں رہ کر آزادی کے ساتھ اسلامی طریقہ پر اپنے اعمال و عبادات نہیں بجا لاسکتے تھے۔ اس وقت ہجرت کرنے کی بڑی اہمیت اور بڑی فضیلت تھی اور قرآن وسنت میں مہاجرین کی بڑی مدح وثنا وارد ہوئی ہے۔ ارشادِ قدرت ہے:

"ان الذین امنوا و الذین ھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ و اللہ غفور رحیم" (بقرہ: ۲۱۸)

جو لوگ ایمان لائے اور راہِ خدا میں ہجرت کی اور جہاد کیا، وہ خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں اور خدا بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ نیز جن آیات کی تفسیر لکھی جارہی ہے ان میں بھی ہجرت کی بڑی فضیلت اور ہجرت نہ کرنے کی بڑی سخت مذمت وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی ہجرت کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

ہجرتؒ میں قصد قربتؒ ضروری ہے

البتہ یہ مد نظر رہے کہ ہر عبادت کی طرح یہاں ہجرت کرنے میں بھی قصد قربت ضروری ہے۔ چنانچہ اسی سورہ نحل میں آیا ہے: "والذین ھاجروا فی اللہ" جن لوگوں نے اللہ کی خاطر ہجرت کی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص تجارتی اور کاروباری نقطۂ نگاہ سے یا سروس و ملازمت کی وجہ سے، یا دوسری دُنیاوی سہولتوں کی وجہ سے ہجرت کرے، تو وہ ان فضائل کا مستحق قرار نہیں پائے گا۔ چنانچہ حضرت رسولِ خدا ﷺ سے مروی ہے، فرمایا: جو شخص خدا اور رسولؐ کے لیے ہجرت کرتا ہے تو اس کی ہجرت تو خدا و رسولؐ کے لیے ہے اور جو مال طلب کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے ہجرت کرتا ہے تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لیے ہے اور وہی چیز اس کی ہجرت کا معاوضہ ہے۔ (بخاری شریف)

اسی بناء پر دوسری حدیث میں وارد ہے: "المھاجر من ھجر ما نھی اللہ و رسولہ" حقیقی مہاجر وہ ہے جو خدا و رسولؐ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔ (ایضاً)

دو اسلامی ہجرتوں کا تذکرہ

چنانچہ عہدِ رسالت میں مُسلمانوں نے دو بار ہجرت کی ہے۔ پہلی بعثت کے پانچویں سال، جو مکہ سے حبشہ کی طرف کی گئی، اور دوسری بعثت کے تیرھویں سال، جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف کی گئی۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا تھا کہ "لا ھجرۃ بعد الفتح" کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

بوقتِ ضرورت آج بھی ہجرت کا حکم ہے

پیغمبر اسلامؐ کے مذکورہ فرمان سے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کی نفی مقصود ہے، ورنہ آج بھی ہجرت کا حکم موجود ہے اور اگر مُسلمان کسی کافر ملک میں رہ کر اپنے فرائض و وظائف انجام نہ دے سکتا ہو اور کافروں اور مشرکوں کی غلط کاریوں اور باطل پرستیوں سے نہ بچ سکتا ہو تو وہاں سے آج بھی ہجرت کر کے اس اسلامی ملک میں جانا واجب ہے جہاں آزادی سے اپنے مذہبی فرائض انجام دے سکے۔ ہجرتِ نبویؐ کے وقت کچھ کمزور ایمان کے مالک مُسلمان اپنے اعزا و اقارب کی محبت اور اپنے مال و جائیداد سے دل بستگی کی وجہ سے مکہ رہ گئے تھے اور جان بوجھ کر فریضۂ ہجرت ادا نہیں کیا تھا۔ اس آیت میں ان کی حالت زار کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ موت کے وقت (موت والے) فرشتے ان سے کہیں گے: تم کس حال میں تھے؟ (ہجرت کیوں نہ کی؟) وہ عذر خواہی کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم اس سرزمین میں کمزور اور بے بس تھے۔ اس پر فرشتے ان سے کہیں گے: کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ (جس پر وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو جائیں گے) خدائے جبار و قہار فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور جہنم بہت بُری جائے بازگشت ہے۔

الا المستضعفین ...... الآیۃ

سابقہ آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو ہجرت کرنے پر قادر تھے مگر دنیوی اغراض و فوائد کے تحت ہجرت نہ کی۔ اب ان لوگوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو تنگدستی، بدنی کمزوری یا کسی اور جائز وجہ سے ہجرت نہ کرنے پر مجبور تھے اور اس وجہ سے معذور تھے۔ جیسے کمزور و ناتواں مرد، عورتیں، اور (بلوغت کے قریب) بچے، جنھیں ہجرت کرنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا تھا۔ امید ہے کہ اللہ ان سے درگزر فرمائے گا۔ یعنی جو ایسے لوگ ہیں وہ دراصل گنہگار نہیں ہیں۔

افادۂ جدیدہ

بعض احادیث اہل بیتؑ سے مُستفاد ہوتا ہے کہ یہاں "مستضعفین" سے وہ لوگ مراد ہیں جو ذہنی اعتبار سے اتنے کمزور ہیں کہ حق و باطل میں تمیز کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ الغرض جو مرد یا زن بچوں کی سی عقل رکھتے ہیں، نہ حقیقت ایمان کو سمجھ کر ایمان لا سکتے ہیں اور نہ ہی حقیقت کفر کو سمجھ کر اس سے اجتناب کر سکتے ہیں۔ الغرض وہ نہ مومن ہیں اور نہ ہی کافر، بلکہ وہ ان کے بین بین ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو خداوند عالم کی رحمت واسعہ کے امیدوار ہیں۔ (البرہان، بحار الانوار، صافی)

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

① حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: ایک مومن کا دوسرے مومن پر یہ حق ہے کہ اس کی بھوک و پیاس کے انسداد کا اہتمام کرے، اس کی شرمگاہ کو ڈھانپنے کا انتظام کرے، اس کے رنج و غم کے ازالہ کی کوشش کرے اور اس کے قرضہ کو ادا کرے اور جب مرنے لگے تو اسے اپنے اہل و عیال اپنا جانشین بنائے۔ (اصول کافی)

مُعلّٰی بن خنیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک مُسلمان کا دوسرے مُسلمان بھائی پر کیا حق ہے؟ فرمایا: اس کے ذمہ سات حقوق واجب ہیں۔ اگر ان میں سے کچھ بھی ضائع کرے گا تو اللہ کی ولایت اور اطاعت سے خارج ہو جائے گا۔

راوی نے عرض کیا: میرے آقا! وہ حقوق کیا ہیں؟ فرمایا:

① کمترین حق یہ ہے کہ تم اس کے لیے وہ کچھ پسند کرو جو تھیں اپنے لیے پسند ہے اور اس کے لیے وہ کچھ ناپسند کرو جو تھیں اپنے لیے ناپسند ہے۔

② اس کی ناراضی سے بچو اور اسے راضی رکھنے کی کوشش کرو۔

③ اپنی ذات، اپنے مال اور اپنے ہاتھ پاؤں کے ساتھ اس کی مدد کرے۔

④ اس کی صحیح راہنمائی کرے اور اسے ہر قسم کے ضرر و زیاں سے بچائے۔

⑤ یہ پیٹ بھر کے روٹی نہ کھائے جبکہ وہ بھوکا ہو اور یہ کپڑا نہ پہنے جبکہ اس کا دینی بھائی ننگا ہو۔

⑥ اگر خادم ہے اور اس کا خادم نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ اپنے خادم کو اس کے پاس بھیجے، تاکہ وہ اس کے کپڑے دھوئے، اس کے لیے کھانا پکائے اور بستر بچھائے۔

اس کی قسم کو پورا کرے، اس کی دعوت قبول کرے، بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی کرے اور اگر مرجائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرے اور اگر اسے پتا چل جائے کہ اس کی فلاں حاجت ہے تو اسے کہنا نہ پڑے، بلکہ اسے چاہیے کہ اسے پورا کرے۔

(اصول کافی)

و فیما ذکرناہ کفایة لمن له ادنیٰ درایة

☆

اللھم صل علی محمد و آل محمد

☆

سائل: حسن رضا مہدوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد از دعا برائے صحت وطولِ عمروزیادتی توفیقات خیریہ فقیہ معظم! کچھ علمی سوالات پیشِ خدمت ہیں، ان کے تفصیلی جوابات عنایت فرماویں۔

سوال نمبر ٦٧١: بعض ذرائع سے سننے میں آیا ہے کہ "کوکاکولا" و "پیپسی" میں "الکحل" کی آمیزش ہے، اس خبر کے تناظر میں "کوکاکولا" و "پیپسی" کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ثم السلام علیکم۔ دعاؤں کا شکریہ۔ کوکاکولا اور پیپسی کے بارے میں جو کچھ سننے میں آیا ہے اس پر کان دھرنے کی شرعاً کوئی ضرورت نہیں۔ شریعت محمدیہ کا یہ قانون ہے کہ ہر چیز کو پاک سمجھ جب تک اس کی نجاست کا یقین نہ ہو اور چیز کو حلال سمجھو جب تک اس کی حرمت کا علم نہ ہو۔ بنابریں جو چیز سوق المسلمین سے یا مُسلمان کے ہاتھ سے لی جائے اسے پاک بھی تصور کیا جائے گا اور حلال بھی۔ اسے بنی اسرائیل کی گائے بنانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال نمبر ٦٧٢: ڈاڑھی رکھنا جناب عالی قدر کی نگاہ میں واجب ہے، اس سلسلے میں جو حدیث "داڑھی رکھو اور مونچھیں تراشو اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو" وارد ہوئی ہے اس کی اسناد پر بحث فرماویں۔

جواب: باسمہ سبحانہ! یہ حدیث بھی مُعتبر ہے۔ کیونکہ بعض کتب اربعہ میں وارد ہوئی ہے۔ علاوہ بریں بعض اور بھی مستند حدیثیں موجود ہیں جو حرمت ریش تراشی پر واضح دلالت کرتی ہیں، جنھیں باحوالہ میں نے اپنے رسالہ "حرمت ریش تراشی" قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کر دیا ہے۔

سوال نمبر ٦٧٣: عصمت سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا اصولِ دین میں سے نہیں تو کیا یہ اصول مذہب جعفری میں سے ہے؟ ہم نے بعض الناس سے سنا ہے کہ یہ اصول مذہب جعفری میں سے نہیں بلکہ مُسلماتِ شیعہ میں سے ہے اور اس کا منکر مذہب جعفریہ سے خارج بھی نہیں۔ اس پر تفصیلی استدلال فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ! جناب سیدۂ کائنات کی عصمت وطہارت اور عظمت وجلالت ان شیعی مُسلمات میں سے ہے کہ جن کا منکر مذہب شیعہ خیر البریہ سے خارج مُتصوّر ہوتا ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ البتہ یہاں تفصیلی دلائل کے تذکرہ کی گنجائش نہیں ہے۔

رویتِ ہلال کے بارے میں افواہیں

سائل: ابوالحسن

سوال نمبر ۶۷۴: سلام علیکم! انٹرنیٹ پہ یہ خبر ہے کہ آیت اللہ محمد حسین نجفی کے نزدیک پاکستان میں مرکزی کمیٹی کا اعلانِ رویتِ ہلال مُعتبر نہیں تھا۔ چنانچہ یکم رمضان ۲۱ ویں جولائی کو نہیں تھی۔ کیا آپ اس کی صحت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ شکریہ

جواب: باسمہ سبحانہ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ ثم سلامٌ علیکم...... رویتِ ہلال کمیٹی نے جہاں جہاں چاند کے نظر آنے کا دعویٰ کیا تھا ہم نے صرف وہاں بلکہ پاکستان کے چاروں صوبوں اور شمالی علاقہ جات میں رات کے ساڑھے نو بجے سے لے کر رات کے ساڑھے بارہ بجے تک چاند کو تلاش کیا۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں ان تین گھنٹوں کی تگ و تاز کے دوران پورے ملک میں نہ کوئی آدمی ملا جس نے دعویٰ کیا ہو کہ میں نے چاند دیکھا ہے، اور نہ ہی کوئی اہلِ علم ملا جس نے کہا ہو کہ میرے دو عادل گواہوں نے رؤیتِ ہلال کی شہادت دی ہے۔ لہٰذا ہمیں مجبوراً رات کے ساڑھے بارہ بجے اعلان کرنا پڑا کہ کل روزہ ہوگا اور عید الفطر پرسوں ہوگی۔ واللہ علیٰ ما نقول وکیل۔

میرے کہنے پہ کیا آزمائے جس کا جی چاہے

سائل: عظمت علی بھکر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھ حقیر کی اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب اور تمام فقہائے عظام حق کا سایہ تا ظہور امام زمان علیہ السلام ہم محبان اہلِ بیتؑ کے سروں پر قائم و دائم رکھے اور جناب کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائیے۔ آمین

میری چند گزارشات ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں۔

سوال نمبر ۶۷۵: روزہ دار عورت اپنے بچے کو دودھ پلا سکتی ہے؟ اگر عورت کو کمزوری اور صحت کا کوئی مسئلہ ہو تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور کیا دودھ پلانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! ایسی صورتِ حال میں عورت کا اپنے بچہ کو دودھ پلانا بلا اشکال جائز ہے، اس سے روزہ پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا۔

سوال نمبر ۶۷۶: نمازِ جمعہ (جو تمام شرائط و لوازمات جناب نے اپنی قوانین الشریعہ میں درج فرمائی ہیں کے ساتھ) واجب کی نیت سے ادا کی جائے تو اس کے بعد نماز ظہرین احتیاط واجب کی بناء پر ادا کی جائے گی یا قربت کی نیت سے، یا ادا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ! اگر نمازِ جمعہ پورے شرائط کے ساتھ بنیّتِ وُجوب ادا کی جائے تو پھر نمازِ ظہر احتیاطاً پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال نمبر ۶۷۷: ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندانِ مبارک غزوہ اُحد میں ٹوٹ گئے تھے اور جن کی وجہ سے جنابؐ کا خونِ اطہر بھی نکل آیا تھا۔ یہ واقعہ تو تاریخ کی کتابوں میں درج ہے لیکن کہیں پر بھی نماز کی ادائیگی کے لیے لباس کی تبدیلی کا واقعہ درج نہیں ہے۔ اسی طرح

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام روزِ عاشور تمام اصحاب اور شہداء کی لاشیں اٹھاتے رہے، اور جناب کا بھی خونِ اطہر بھی زخموں کی وجہ سے بہا، تو اس کے بعد میرے مولاؑ نے اسی لباس کے ساتھ نماز پڑھی، تو جناب رہنمائی فرمائیں کہ نبی و امام یا شہداء کا خون اگر لباس پر لگ جائے تو اس کے ساتھ نماز ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! اس وقت امام زمانہؑ پردۂ غیب میں روپوش ہیں، اس لیے اس وقت تو اس مسئلہ کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں البتہ وہ ظہور فرمائیں گے تو اگر آپ اس وقت موجود ہوئے اور اتفاقاً ان کا خُونِ مُقدس آپ کے بدن یا کپڑوں پر لگ گیا تو آپؑ سے پوچھ کر نماز پڑھنا کہ بدن یا کپڑے کو دھوؤں یا ایسے ہی پڑھ لوں؟

سوال نمبر ۶۷۸: جناب ام کلثومؑ بنت علیؑ کی کیا اولاد بھی تھی اور جناب کس کی زوجہ تھیں؟ اور جناب کا مدفن مقدس کہاں ہے؟ تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ! جناب ام کلثوم بنت امیر المومنینؑ کا پہلے عقد نکاح جناب محمد بن جعفر طیارؑ سے ہوا تھا، پھر جب جناب محمدؑ کا انتقال ہو گیا اور ادھر جناب زینب عالیہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو جناب عبداللہ بن جعفر طیارؑ سے عقد ثانی کیا۔ جناب کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اور جہاں تک مدفن کا تعلق ہے تو جناب زینب عالیہ کی طرح ان کے مدفن میں بھی اختلاف ہے۔ عوام میں مشہور شام ہے۔ مؤرخین میں مشہور مصر ہے اور محققین کے نزدیک مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے۔ واللہ العالم

سوال نمبر ۶۷۹: اگر ایک لڑکی اور لڑکا ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں، اور موبائل فون پر باتیں بھی کرتے رہے ہوں، اور ایک دوسرے کو بوس و کنار بھی کیا ہو، لڑکے نے لڑکی کا مکمل جسم بھی دیکھا ہوا ہو اور اس کے پورے جسم کو چھوا بھی ہو، لیکن برائی نہ کی ہو، اور لڑکے کے والدین کے راضی نہ ہونے کی وجہ سے لڑکا شادی سے انکار کر دے اور ایک دوسرے سے تعلق ختم کر دیں، تو کیا اس صورت میں وہ دونوں گنہگار رہوں گے یا نہیں؟ اور کیا اس حالت میں لڑکا زیادہ گنہگار رہے یا دونوں کا برابر حصّہ ہے رہنمائی فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ! اسی صورت میں ان کی شادی ہو یا نہ ہو، جبکہ انھوں نے عقد و ازدواج سے پہلے بوس و کنار اور دید و شنید جیسے گناہ کیے ہیں تو وہ گنہگار رو دونوں ہیں اور فاسق و فاجر بھی۔ اور ان میں گنہگار رو ہوگا جس نے اس گناہ کی تحریک کی اور اس کا آغاز کیا۔ واللہ العالم

سوال نمبر ۶۸۱: شادی سے پہلے لڑکے کا لڑکی کو دیکھنا، بولنا کیسا ہے۔ اگر دونوں کی شادی یقینی ہو؟ اور کیا نکاح کے بعد وہ ایک دوسرے پر حقوقِ زوجیت رکھتے ہیں، جبکہ رخصتی ابھی باقی ہو؟ رہنمائی فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ! ہاں جس لڑکی سے شادی کا ارادہ ہو، عقد و ازدواج سے پہلے لڑکا اسے دیکھ سکتا ہے۔ اور ضروری بات چیت بھی کر سکتا ہے۔ اور عقد نکاح کے بعد تو وہ میاں بیوی بن جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۶۸۲: اگر شوہر نے اپنی بیوی سے ایک مرتبہ ہمبستری کی ہو اور پھر غسل جنابت بھی ابھی نہ کیا ہو، اور

باقی صفحہ ۷ پر

باب المتفرقات

مجالس و محافل کے فوائد و عوائد کا ایک شمہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

ارباب عقل و دانش پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ اگر ہماری یہ مجالس و محافل اور ماتمی جلوس صحیح طریقے و سلیقے سے انعقاد پذیر ہوں تو بے شمار فوائد و عوائد کے حامل ہیں اور حق تو یہ ہے کہ ماضی کے بعض تاریک ترین دوروں اور نامساعد حالات سے گزرنے کے باوجود مذہب حق کی بقاء اور اس کی ترقی و اشاعت کا راز اسی عزاداری سید الشہداءؑ میں پوشیدہ نظر آتا ہے۔ اب ذیل میں ان مجالس و محافل کے بعض فوائد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

① یہ مجالس دینی معلومات حاصل کرنے کا وہ مدرسہ ہیں جن میں تمام طبقات کے لوگ شرکت کر کے دینی معلومات از قسم اصول و فروع دین، اسلامی تاریخ، تمدّن و معاشرت، اخلاق اور سیرتِ معصومینؑ کے درس حاصل کرتے ہیں، جن سے اصلاحِ عقائد و اعمال میں خاصی مدد ملتی ہے۔

② امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ سے لوگوں کو اطاعت گزاری کا حکم اور غفلت شعاری سے ممانعت کر کے مقصد خلقت کی تکمیل میں مدد کی جاتی ہے۔

③ معصومین علیہم السلام کے فضائل اور صفاتِ جلیلہ اور مخالفین کے برے خصائل و صفاتِ رذیلہ سے اجتناب کرنے کا ملکہ صالحہ پیدا ہوتا ہے۔

④ امام الشہداء علیہ السلام کے عظیم کارناموں کے تذکرہ سے سننے والوں کے اندر حق کی نصرت اور باطل کا مقابلہ کرنے کا صحیح جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

⑤ یہاں چونکہ دین حق کی حفاظت و صیانت کے لیے خود اختیاری طور پر ائمہ طاہرین علیہم السلام اور بالخصوص امام حسین علیہ السلام کے جانگداز مصائب برداشت کرنے کے تذکرے ہوتے ہیں جن سے ان کے نام لیواؤں کے دل میں مذہب کی حقانیت راسخ ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ کبھی مذہب اہل بیتؑ ترک کر کے کسی اور مذہب کو اختیار نہیں کرتے۔

⑥ یہاں دین اسلام کے معارف و حقائق بیان ہوتے ہیں جن سے مقصد شہادتِ حسینؑ کی تکمیل ہوتی ہے۔

⑦ یہاں چونکہ مظلومین کی مظلومیت اور ظالمین کے واقعات ظلم و جور کو مؤثر اور دل نشین انداز میں بیان کیا جاتا ہے اس لیے سامعین کے دلوں میں مظلوم سے الفت اور ظالم سے نفرت کا ولولہ پیدا

ہوتا ہے۔

(۸) یہاں دنیائے دُوں کی حقارت و بے ثباتی اور آخرت کی جلالت و ہمیشگی کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے سامعین میں زہد و تقویٰ جیسی جلیل القدر صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

(۹) یہاں ائمہ طاہرین علیہم السلام پر حمایتِ حق کی وجہ سے وارد شدہ مصائب و شدائد اور ان کے صبر و رضا کے تذکرے کیے جاتے ہیں جس کے سبب سے ان کے نام لیواؤں کے اندر صبر و رضا اور بالخصوص دین کے معاملہ میں وارد شدہ تکالیف برداشت کرنے کا خوابیدہ شوق بیدار ہو جاتا ہے۔

اس سے مجالس منعقد کرنے اور ان میں شرکت کرنے والوں کا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل اطیاب علیہم السلام کے ساتھ محبت اور قلبی لگاؤ کا عملی ثبوت مل جاتا ہے۔ کیونکہ محبوب کی خوشی سے خوش ہونا اور اس کے غم سے غمناک ہونا ایک فطری اور جبلی تقاضا ہے۔ اسی بنا پر امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا ارشاد: "شیعتنا خلقوا من فاضل طینتنا یحزنون لحزننا و یفرحون لفرحنا"۔

(بحار الانوار جلد ۱۳، صفحہ ۲۸۹ طبع قدیم)

اور حضرت باقر العلوم علیہ السلام کا فرمان ہے: "شیعتنا من تابعنا فی افعالنا و لم یخالفنا و اذا امنا امن و اذا خفنا خاف"۔ ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہمارے اعمال میں ہماری پیروی کرتا ہے اور جب ہم امن میں ہوں تو وہ امن میں ہوتا ہے اور جب ہم خوف زدہ ہوں تو وہ بھی خائف ہوتا ہے۔

(تفسیر برہان جلد ۲ صفحہ ۳۷۷ طبع ایران)

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

انہی حقائق کی بنا پر حضرات معصومین علیہم السلام ایسی مجالس و محافل کو محبوب رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے صحابی فضیل سے دریافت فرمایا: اے فضیل کیا تم باہم بیٹھ کر اور مجالس برپا کر کے احادیث بیان کرتے ہو؟ فضیل نے عرض کیا: ہاں فرزند رسولؐ! فضیل کا یہ جواب سن کر امامؑ نے فرمایا: "تلك مجالس انا احبها" ایسی مجالس کو میں محبوب رکھتا ہوں۔ پھر فرمایا: "رحم الله من احيى امرنا" خدا اس بندے پر رحم فرمائے جو ہماری شریعت کو زندہ کرتا ہے۔

(نفس المہموم)

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

روزِ عاشوراء اہل بیت رسولؐ اور ان کے نام لیواؤں کے لیے بڑے رنج و آلام کا روز ہے۔ اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ ائمہ اطہار علیہم السلام اس روز بہت گریہ و بکاء فرماتے تھے اور شعائر حزن و ملال قائم کرتے تھے۔ اور اسے تمام ایام غم و عزا پر فوقیت دیتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن فضل ہاشمی حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے: "یابن رسول اللہ کیف صار یوم عاشوراء یوم مصیبۃ و جزع و بکاء" یوم عاشوراء کیونکر حزن و ملال کا دن قرار پایا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "ان یوم الحسین علیہ السلام اعظم مصیبۃ من جمیع سائر الایام و ذلک ان اصحاب الکساء الذین کانوا اکرم الخلق علی اللہ عزو جل کانوا خمسۃ فکان ذھابہ کذھاب جمیعھم کما کان بقائہ کبقائھم جمیعھم فلذلک صار یومہ اعظم الایام مصیبۃ"

(وقائع ایام محرم صفحہ ۳۷۰)

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا دن تمام ایام سے زیادہ باعث غم ہے۔ کیونکہ اصحابِ کساء پانچ افراد تھے جو تمام خلق خدا سے خدا کے نزدیک زیادہ مکرم و معظّم تھے۔ ان سے امام حسینؑ آخری فرد تھے۔ لہٰذا ان کا دنیا سے چلا جانا مثل تمام اصحابِ کساء کے جانے کے تھا، جس طرح ان کی بقاء تمام کی بقاء کے قائمقام تھی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: "ان یوم الحسن افرح جفوننا و اسیل دموعنا و اذل عزیز نا بارض کرب و بلاء و اورثنا الکرب و البلاء الی یوم الانقضاء فعلی مثل الحسین علیہ السلام فلیبک الباکون فان البکاء علیہ یحط الذنوب العظام ثم قال کان ابی اذا دخل شہر المحرم لم یرضا حکا و کانت الکآبۃ تغلب علیہ حتی یمضی منہ عشرۃ ایام فاذا کان یوم العاشوراء کان ذلک الیوم یوم مصیبۃ و حزنہ و بکائہ و یقول ھو الیوم الذی قتل فیہ الحسین"۔ (نفس المہموم صفحہ ۲۱)

امام حسینؑ کے دن (یوم عاشوراء) نے ہماری آنکھوں کو زخمی کر دیا ہے اور ہمارے آنسوؤں کو بہا دیا اور زمین کربلا میں ہمارے عزیز کو ذلیل کر کے قیامت تک ہمیں حزن و ملال دے دیا۔ رونے والوں کو حسینؑ جیسے مظلوم امام پر رونا چاہیے، کیونکہ ان پر رونا بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا: جب ہلالِ محرم نمودار ہو جاتا تھا تو میرے والد کو کوئی شخص ہنستے ہوئے نہیں دیکھتا تھا اور روزِ عاشوراء تو ان کے لیے خاص گریہ و بکاء کا دن ہوتا تھا۔

عبداللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں بروز

عاشوراء حضرت صادق آلِ محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا "فالقیته کاشف اللون ظاهر الحزن و دموعه تنحدر عن عینیه کاللؤلؤا النتساقط" دیکھا، آپ کا رنگ متغیّر ہے، حزن و ملال ظاہر ہے اور آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح ٹپک رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: "یابن رسول الله مما ابکی الله عینیك؟" آپؑ کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟ فرمایا: "قال اوفی غفلة انت ما علمت ان الحسین بن علی علیهما السلام اصیب فی مثل هذا الیوم" امامؑ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے غافل ہو کہ آج کے دن ہی امام حسینؑ شہید ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا: آج کے روزہ کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ فرمایا: "صمه من غیر تبییت و افطره من غیر تشمیت و لا تجعله یوم صوم کملا و لیکن افطارك بعد صلوة العصر بساعة علی شربة من ماء فانه فی مثل ذلك الوقت تجلت الهیجا عن الرسول الله الخ" بغیر نیت صوم کے نمازِ عصر تک فاقہ کریں۔ (وقائع ایام محرم صفحہ ۳۷۳ بحوالہ عاشر بحار الانوار و مصباح طوسی) لہٰذا ان احادیث شریفہ کی روشنی میں مؤمنین کرام کو چند عمل بجا لانے چاہئیں۔

① صحیح مجالس عزا کا انعقاد کریں اور دل کھول کر گریہ و بکاء کریں۔ یہ عمل بہترین عبادت اور بخشش گناہان کا بہترین ذریعہ ہے۔

② اس روز جب مومن آپس میں ملیں تو یہ کلماتِ تعزیت کہیں جو کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیں: "عظم الله اجورنا و اجورکم بمصابنا بالحسین و جعلنا و ایاکم من الطالبین بثاره مع ولیه المهدی من ال محمد علیهم السلام" (کامل الزیارصفحہ ۱۷۵)

③ زیارتِ عاشورہ پڑھیں اور دوسرے وہ اعمال بجالائیں جو کتب عبادات مثل مفاتیح الجنان، زاد المعاد اور مصباح المتہجد وغیرہ میں مذکور ہیں۔

④ بغیر روزہ کی نیت کیے فاقہ رکھیں، اور عصر کے بعد غروبِ آفتاب سے دو گھنٹہ اڑتالیس منٹ پہلے سادہ غذا اور پانی کے ساتھ فاقہ شکنی کریں۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۲۲۸)

⑤ اس روز بغیر کسی اشد ضرورت کے کوئی دنیوی کاروبار نہ کریں، اور نہ مال و دولت جمع کر کے ذخیرہ اندوزی کریں۔

☆ حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے، فرمایا: "من ترك السعی فی حوائجه یوم عاشوراء قضی الله له حوائج الدنیا و الاخرة، و من کان یوم عاشوراء یوم مصیبته و حزنه و بکائه جعل الله عز و جل یوم القیامة یوم فرحه و سروره و قرت القیامة مع یزید و عبیدالله بن زیاده و عمر بن سعد لعنهم الله فی اسفل درك من الجحیم" (نفس المہموم صفحہ ۲۱)

⑥ قاتلانِ حسینؑ اور ان کے اقرباء و اصحاب کے قاتلوں پر بکثرت لعنت کریں۔ کم از کم ایک ہزار بار یہ ورد کریں: "اللهم العن قتلة الحسین و اصحابه"

⑦ ہر قسم کی ہنسی و مذاق سے بھی اجتناب کریں۔

⑧ ہر قسم کی اچھی خوراک کھانے سے اور پوشاک پہننے سے اجتناب کریں۔

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب الاعمال

امامؑ کے طفلِ شیر خوارؑ کی شہادت

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

جب امام علیہ السلام نے آوازِ استغاثہ بلند کی تو اس وقت خیام حسینیؑ سے مخدراتِ عصمت و طہارت کی صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی۔ غیور امامؑ کے کانوں میں جب بیبیوں کے رونے کی آواز پڑی تو ان کو تسلی دینے کی غرض سے فوراً خیام میں تشریف لائے، اور بی بیوں کو خاموش کیا۔ اسی اثنا میں خیمہ سے امامؑ کے طفل شیر خوار کے رونے کی آواز آئی۔ امامؑ نے زینب عالیہؑ سے فرمایا: "یا ولینی ولدی الصغیر حتی اودعه" "میرے چھوٹے بچے کو لاؤ، تاکہ میں اس سے وداع کرلوں۔ چنانچہ شہزادہ کو خدمت امامؑ میں پیش کیا گیا۔ امامؑ نے اسے گود میں لیا اور بوسہ دینے کے لیے جھکے مگر اس سے پہلے حرملہ بن کاہل اسدی (اور بروایتے عقبہ بن بشر) کا تیر لگا، جس سے بچہ جان بحق ہوگیا۔ جہاں تیر لگا تھا، وہاں سے خون کا فوارہ چھوٹا، امامؑ نے نیچے چلو رکھ لیا، جب چلو لبریز ہوگیا، تو اسے آسمان کی طرف پھینک دیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: "فلم یسقط من ذلك الدم قطرة الی الارض" "اس مقدس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا۔ اس کے بعد شہزادہ کی لاش بی بی کو دیتے ہوئے فرمایا: "هون علی ما نزل بی انه بعین الله" "اس یقین نے میرے مصائب کو آسان کر دیا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا کے سامنے ہے۔

(نفس المہموم صفحہ ۱۸۵، ملہوف سید ابن طاؤس صفحہ ۱۰۱۴)

دمعہ ساکبہ میں بعض کتب کے حوالہ سے شہزادہ کی شہادت قدرے تفصیل سے مذکور ہے۔ جناب عقیلہ بنی ہاشمؑ بچہ کو امام حسین علیہ السلام کے پاس لائیں اور عرض کیا کہ بچہ نے کئی دن سے پانی کا قطرہ نہیں پیا۔ اس لیے اب شدت پیاس سے بلک رہا ہے۔ اس کے لیے کچھ پانی کا انتظام کرو۔ چنانچہ امامؑ شہزادہ کو لے کر قوم جفا کار کے سامنے تشریف لے گئے، اور فرمایا: "یاقوم قد قتلتم شیعتی و اهل بیتی قد بقی هذا الطفل و یلکم اسقوا هذا الرضیع اما ترونه یتلظی عطشا من غیر ذنب" "اے قوم (اشقیاء) تم نے میرے شیعیان اور اہل خاندان کو قتل کر دیا ہے۔ یہ طفل شیر خوار باقی ہے۔ اسے پانی کا گھونٹ پلا دو۔ ذرا دیکھو تو سہی کس طرح بلا گناہ شدت پیاس سے تڑپ رہا ہے۔

امامؑ کا سلسلۂ کلام ابھی جاری تھا کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر مارا۔ جس سے شہزادہ نے امامؑ کی گود میں ہی دم توڑ دیا۔ (الدمعة الساکبہ صفحہ ۳۴۰)

تذکرۃ الخواص کی روایت کے مطابق فرمایا: "ان لم ترحمونی فارحموا هذا الطفل" "اگر مجھ پر رحم نہیں

کرتے تواس بچے پرتو رحم کرو۔

(تذکرۃ الخواص صفحہ ۲۵۲ طبع بیروت)

بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ کے اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ فوجِ اشقیاء میں ہمہمہ پیدا ہوا۔ اور ایک دوسرے کو کہنے لگے: اگر اس بچے کو قطرۂ آب دیدیا جائے تو کیا حرج ہے؟ (ریاض القدس جلد۲ صفحہ ۱۰۱)

پسر سعد نے حرملہ کو حکم دیا: "یا حرملہ اقطع کلام الحسین" "اے حر! حسین کا کلام قطع کردے۔ چنانچہ سہ شُعبہ تیر فراٹے لیتا ہوا آیا اور شہزادہ کے نازک کان میں لگا۔ "فذبحہ من اذن الی اذن" اور کان کو چھیدتا ہوا دوسرے کان سے پار ہوگیا، اور بچہ نے دم توڑ دیا۔

(مُنتخب طریحی صفحہ ۲۴)

اس وقت امامؑ نے فرمایا: "اللہ احکم بیننا و بین قوم دعونا لینصرونا فقتلونا" خداوندا تو ہی ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر، جس نے ہمیں بلایا، تاکہ نصرت کریں۔ اور جب ہم آئے تو ہمیں قتل کرنا شروع کردیا۔

(بحارالانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۳)

ہاتف غیبی کی آواز آئی: "یا حسین دعہ فان لہ مرضعا فی الجنۃ" اے حسینؑ! اسے چھوڑ دو کہ اس کے لیے جنت میں دایہ موجود ہے۔ (مقام صفحہ ۳۸۵)

بعض روایات میں وارد ہے کہ امامؑ اس شہزادہ کی لاش واپس لائے، اور دوسرے شہداء اہل بیتؑ کے پاس رکھ دی۔ (ارشاد صفحہ ۲۶۲، نفس المہموم صفحہ ۱۸۶)

لیکن مشہور یہ ہے کہ امامؑ گھوڑے سے اترے اور تلوار سے ننھی سے قبر کھودی، پھر نماز جنازہ پڑھی اور بچہ کو خون میں رنگین کر کے اس میں دفن کردیا۔ اور اس وقت یہ اشعار پڑھے:

کفر القوم و قد ما رغبوا
عن ثواب اللہ رب الثقلین

قتلوا قدما علیا و ابنہ
حسن الخیر کریم الابوین

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

☆

اربابِ مقاتل کے درمیان اس بات میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس طفل شیرخوار کا نام کیا تھا؟ چنانچہ بعض نے عبداللہ اور بعض نے علیؑ اصغر لکھا ہے۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ دو علیحدہ علیحدہ شہزادے ہیں۔ علی اصغر جناب رباب کے بطن سے تھے، جن کی عمر واقعہ کربلا کے وقت چھ ماہ سے زائد نہ تھی۔ اور عبداللہ کی ولادت اسی روز عاشوراء کربلا میں ہوئی تھی۔ لیکن تحقیقی قول یہ ہے کہ یہ ایک ہی صاحبزادے کے دو عنوان ہیں۔ اصل میں شہید ہونے والا یہ بچہ وہی ہے جو شہزادہ علی اصغرؑ کے نام سے مشہور ہے۔ واللہ العالم

☆

اللھم صل علی محمد وال محمد

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

قبل ازیں کئی بار اس حقیقت کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ کسی کام کی اہمیت و عظمت کا اندازہ اس کی غرض و غایت کی بلندی اور اس کی افادیت کی وسعتوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس کام کی علت غائی جس قدر بلند و پاکیزہ ہوگی اور اس کی افادیت میں جس قدر وسعت و پہنائی ہوگی اسی قدر وہ کارنامہ عظیم مُتصوّر ہوگا۔ بنابریں اصول یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ واقعہ ہائلہ کربلا اپنی غرض و غایت کی بلندی اور افادیت کی ہمہ گیر وسعتوں کے اعتبار سے اس کارخانہ ہست و بود میں عدیم النظیر نظر آتا ہے اور اس نے ہمیشہ ہر دور میں مُفکّرین عالم کو اپنی اہمیت و عظمت کا اقرار کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اور دنیا کے اکابرین و مُفکّرین نے بلا تفریق مذہب و ملت اس شہید عالم انسانیت کی خدمت میں عقیدت و ارادت کے قیمتی پھول نچھاور کیے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سانحہ عظمیٰ کو کسی قسم کے جغرافیائی اور نسلی حدود میں مُقید نہیں کیا جاسکتا اور نہ امام کی ذات کو صرف امت مُسلمہ کے لیے مخصوص کیا جاسکتا ہے۔ ایسا کرنا تکبّر اور کوتاہ اندیشی کا بدترین مظاہرہ ہے۔ حسینؑ کو شہید ہوئے قریبا ساڑھے تیرہ سو برس ہونے کو ہیں مگر ان کا نام و کام آج تک برابر زندہ و تابندہ ہے۔ ہر قوم و ملت کے لوگ آپؑ کا ذکر سنتے، اشک غم بہاتے اور ان کی عظمت کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں ان کے تذکرے نہ ہوں۔ کوئی قابل ذکر زبان نہیں جس میں ان کے مرثیے اور ان کے عظیم کارناموں پر تبصرے نہ ہوئے ہوں۔ اور دنیا کا کوئی ایسا خطہ نہیں جہاں ہر سال ان کی یادگار نہ منائی جاتی ہو۔ اور ان کے غم مین عملی مظاہرے نہ ہوتے ہوں۔ جب ان لوگوں کی طویل فہرست پر نگاہ ڈالی جاتی ہے جنھوں نے سرکار سید الشہداءؑ کی بارگاہِ مُعلیٰ میں اپنی عقیدت کے موتی نثار کیے ہیں تو ان میں کچھ نام ایسے لوگوں کے بھی نظر آتے ہیں جو خدا کو خدا نہیں مانتے، پیغمبر اسلام ﷺ کو رسول نہیں جانتے، اور روزِ حشر و نشر پر ایمان نہیں رکھتے، جس سے شاعر کے اس بیان کی حرف بحرف تائید مزید ہوجاتی ہے کہ:

تو اپنے خونِ پاک کے چھینٹوں سے اے حسینؑ
انسان کی شرافت خفتہ جگا گیا

اسلام کی کشش کا نہ جن پر اثر ہوا
تو درد بن کے ان کے دلوں میں سما گیا

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حسینؑ زندہ ہیں، ان کی دعوت جاری ہے اور روز بروز ان کا نام روشن

سے روشن تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور وہ وقت دور نہیں کہ ؏
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

اس کے برخلاف ان کا حریف یزید مر گیا، اس کا نام مٹ گیا، کوئی شخص حتی کہ کافر بھی اس کا نام پسند نہیں کرتا اور جو لیتا ہے برائی سے یاد کرتا ہے۔ اس کے نام کے ساتھ ہر زبان پر لفظ پلید، یا لعنت اللہ شامل ہے اور نام حسین علیہ السلام ہر زبان پر صلوات اللہ علیہ، منقم (مجاہد) اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ:

نام یزید داخل دشنام ہو گیا

اسی بات سے اس امر کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ہ طرفین میں سے اپنے مقصد میں کون کامیاب ہوا؟ رسالہ شریفہ "حسینی دنیا" میں قریباً قریباً عقیدت و ارادت کے ان تمام آبدار موتیوں کو یکجا جمع کرنے کی سعی جمیل کی گئی ہے۔ جو پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی کے نصف تک شہید حریت اور قتیل ظلم و جور کی بارگاہ میں پیش کیے گئے اور جا بجا بکھرے ہوئے تھے۔ ہم اسی رسالہ کی وساطت سے بطور نمونہ مُشتے از خروارے و دانہ از انبار چند مشاہیر کے گرانقدر آراء کے اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے قارئین کرام کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہر عہد اور ہر ملک میں سید الشہداء علیہ السلام کی اولوالعزمی اور ان کے عظیم کارناموں پہ غور و فکر کیا گیا ہے۔ اور اس عدیم النظیر واقعہ نے ہمیشہ مُفکّرین عالم کو متاثر کیا ہے اور ہر شخص نے اس ناپیدا کنار سمندر سے اپنی اپنی عقل و فکر کی بساط کے مطابق اس سے نتائج اخذ کیے ہیں۔ اور ہر شخص نے اپنے مخصوص زاویہ نگاہ سے امامؑ کی سیرت و شہادت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔ جس سے یہ حقیقت بالکل الم نشرح ہو جاتی ہے کہ کربلا کا محیر العقول واقعہ کسی خاص قوم و ملت کی میراث نہیں، بلکہ بقول کارلائل:

"تمام عالم انسانیت کی میراث ہے"

وضاحت

مخفی نہ رہے کہ اختصار کے پیشِ نظر ہم نے اس سلسلہ جلیلہ میں مختلف اسلامی مکاتیب فکر کے ساتھ تعلق رکھنے والے اکابرین و مُفکّرین کے قیمتی آراء کو درج نہیں کیا بلکہ صرف غیر مسلم مُفکّرین اور وہ بھی سینکڑوں میں سے صرف اقل قلیل کے گلہائے عقیدت اور تحسین و آفرین کے کلمات کے چند اقتباس پیش کیے ہیں۔ ؏
و الفضل ما شهدت به الاعداء

مہاتما گاندھی سابق صدر انڈیا (بھارت)

"میں اہل ہند کے سامنے کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا بلکہ میں نے کربلا کے ہیرو کی زندگی کا بخوبی مطالعہ کیا ہے اور اس سے مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ ہندوستان کی اگر نجات ہو سکتی ہے تو ہم کو حسینی اصول پر عمل کرنا چاہیے"۔

پنڈت جواہر لعل نہرو سابق وزیر اعظم انڈیا

"کربلا کے عدیم المثال ہیرو اور اس کی قربانی کی جو اس ہیرو نے مفاد انسانی کی خاطر پیش کی، جذبہ تفاخر کو بلند کرتی ہے۔ (مون لائٹ محرم نمبر) ۱۳۵۷ھ کا

واقعہ امام حسینؑ جرأت و استقلال کی ایک زبردست یادگار ہے جو اب سے تیرہ سو سال قبل رونما ہوا تھا۔ ہر فرقہ، ہر قوم اور فرد کو استقلال اور اپنی جرأت وہمت میں اضافہ کی کوشش کرنا چاہیے اور اپنے جذبہ ایثار و قربانی کو عروج وترقی کی انتہائی منزل پر پہنچانا چاہیے۔ میں بھی اپنی جانب سے خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں"۔
(سرفراز ۲ فروری ۱۹۴۲ء)

سوامی شنکر آیا ریہ جی

"اگر حسینؑ نہ ہوتے تو دنیا سے اسلام کا وجود مٹ جاتا، اور دنیا ہمیشہ کے لیے خدا پرستی اور نیکیوں سے خالی ہوجاتی۔ میں نے حسینؑ سے بڑھ کر کوئی شہید نہیں دیکھا، اور حسینؑ کی شہادت سے زیادہ کسی شہید کی قربانی کا اثر نہیں ہوا"۔ (سرفراز لکھنؤ ۲۱ فروری ۱۹۳۹ء)

سر رادھا کرشن وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی بنارس

امام حسینؑ نے اپنی قربانیوں اور ایثار سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ دنیا میں حق وصداقت کو زندہ اور پائندہ رکھنے کے لیے ہتھیاروں اور فوجوں کی بجائے جانوں کی قربانی پیش کر کے کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ انھوں نے دنیا کے سامنے ایک مثال پیش کر دی ہے۔ آج ہم اس بہادر جان فدا کرنے والے اور انسانیت کو زندہ کرنے والے عظیم الشان انسان کی یادگار مناتے وقت اپنے دلوں میں فخر ومباہات کا جذبہ محسوس کرتے ہیں۔ امام حسینؑ نے ہمیں بتایا کہ حق وصداقت کے لیے سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے"۔ (سرفراز فروری ۱۹۴۲ء)

ہز ہائنس دھیراج مہند بہادر سکھ مہاراجہ آف پٹیالہ

"حضرت امام حسین علیہ السلام نے انسان کی خدمت بہادری سے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے خدمت کا طریقہ بتا دیا ہے۔ اسی لیے لاکھوں روپے خرچ کر کے ہر قوم کے لوگ آپ کی یادگار ہر سال مناتے ہیں"۔ (اچھوت اخبار حسینی پنتھ علی گڑھ)

دستو کیخسرو مہیار کتور پیشوائے اعظم فرقہ پارسی بمبئی

"اگر شہداء اعظم کی قربانیاں نہ ہوتیں، دنیا اخلاق ومذہب وصداقت سے ناآشنا رہتی۔ دنیا ان شہیدوں کی ممنون ہے جنھوں نے موت کو ذلت پر ترجیح دی۔ امام حسینؑ ان شہداء میں سے ہیں جنھوں نے انسانیت کی خدمت کے لیے جان دی۔ ہم کو ان کی یاد اپنے عمل سے منانا چاہیے اور ان کی قربانیوں سے سبق لینا چاہیے"۔ (ہندو قوم دعزاداری)

مؤرخ مسٹر واشنگٹن ایرونگ

"حضرت حسینؑ اس وقت مدینہ میں تھے، جہاں دس گیارہ برس سے اپنے بھائی کے ساتھ کوفہ سے چلے گئے تھے۔ وہ سمجھے کہ میں نے یزید کی باقاعدہ بیعت کرلی تو یقیناً سارا عالم میرے ساتھ بیعت کرلے گا اور تمام ناجائز افعال سنت ہوکر رواج پائیں گے۔ نہایت ایمانداری اور بڑی جوانمردی سے تمام مصیبتوں

کے مقابلے میں صاف انکار کر دیا۔ وہ خدا ہی کا یہ مُقدّس خیال تھا کہ جان دو اور یزید اموری کے ہاتھ سے بندگانِ خدا کا ایمان بچاؤ۔ جب الہام یا خود اپنی حق پسند طبیعت نے فیصلہ کر دیا تو اب زمانے کی کوئی قوت اور دنیا کی کوئی مصیبت ان کو اس ارادہ سے پھیرنے میں کامیاب نہ ہوسکی...... یہاں تک کہ ہزاروں آدمیوں کے مقابلے میں فقط بہتر آدمی ہو گئے۔ جن کی تعداد پوری کرنے کو ایک چھ مہینے کا بچہ بھی تھا۔ یہی لوگ در حقیقت ایک سچے مذہب کا نمونہ تھے۔ محرم کی دسویں ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء اس لاجواب لڑائی کی تاریخ ہے۔

نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ حضرت امام حسینؑ یزید اموی سے اس کی تمنا کے موافق بیعت کر کے اپنی جان و دل بچا لیتے۔ مگر اس ذمہ داری کے خیال نے جو مذہبی ریفارمر کی طبیعت میں ہوتا ہے اس بات کا اثر نہ ہونے دیا۔ اور نہایت سخت مصیبت اور تکلیف پر ایک بے مثل صبر و استقلال کے ساتھ قائم رہنا، اولاد کا سامنے قتل ہونا، چھوٹے چھوٹے بچوں کا مارا جانا، زخموں کی تکلیف، عرب کی دھوپ، پھر اس دھوپ میں زخمی کی پیاس۔ یہ ایسی تکلیفیں نہ تھیں جو سلطنت کے شوق کے سامنے آدمی کو صبر کے ساتھ اپنے ارادے پر قائم رہنے دیتیں''۔ (حسینی دنیا صفحہ ۱۸۶)

مسٹر کارلائل مُصنّف ہیرو ورشپ

''بہادرانہ کارنامے محض ایک قوم یا ایک ملک تک محدود نہیں رہتے بلکہ تمام انسانی برادری کی میراث اور ملکیت ہو جاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے آنے والی نسلوں میں سلسلہ شجاعت اور استقامت باقی رہتا ہے۔ اس لحاظ سے واقعہ شہادت (حسینؑ) پر جس درجہ غور و فکر کیا جائے گا اسی قدر اس کے اعلیٰ اور عمیق مطالب روشن ہو جائیں گے۔ اچھا آؤ ہم دیکھیں کہ واقعہ کربلا سے ہمیں کیا سبق حاصل ہوتا ہے؟ سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ فاتحانِ کربلا کو خدا کا کامل یقین تھا اور وہ اپنی آنکھوں سے اس دنیا سے اچھی دنیا دیکھ رہے تھے۔ اس کے علاوہ قومی غیرت و حمیّت کا بہترین سبق ملتا ہے، جو کسی اور تاریخ سے نہیں ملتا۔ اور ایک نتیجہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ جب دنیا میں مصیبت اور غضب وغیرہ بہت ہو جاتا ہے تو خدا کا قانون قربانی مانگتا ہے۔ اس کے بعد تمام راہیں صاف ہو جاتی ہیں''۔ (ہیرو ورشپ)

ایڈورڈ گبن

مؤرخ و مُصنّف ڈکلائن اینڈ فال رومن امپائر

''خاندان بنی ہاشم کی سرداری اور رسول اللہؐ کا متبرک چال چلن ان (حسینؑ) کی شخصیت میں مجتمع تھے۔ یزید کے خلاف ان کو اپنا مقصد پورا کرنے کی آزادی تھی، جو کہ دمشق کا ظالم حاکم تھا۔ اور جس کی برائیوں کو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور جس کا خطاب (خلفت) انھوں نے کبھی تسلیم نہیں کیا...... یوم قتل کی صبح کو امام حسین علیہ السلام ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لے کر پشت مرکب پر سوار ہوئے ......قریب بمرگ ہیرو ان پر حملہ آور ہوا تو اس (یزید)

بہادر سپاہی بھی ہر طرف بھاگ نکلے...... امام حسینؑ کا پر درد واقعہ ایک دور دراز ملک میں واقع ہوا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو بے رحم و سنگ دل کو بھی ہلا دیتا ہے۔ اگر چہ کوئی کتنا ہی بے رحم ہو مگر حسینؑ کا نام سنتے ہی اس کے دل میں ایک جوشِ ہمدردی پیدا ہو جائے گا۔

(گینز رومن امپائر)

مسٹر جیمس کارکرن مُصنّف تاریخ چین

''دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گزرے ہیں جن کے سامنے رستم کا نام قابل لینے کے نہیں۔ چنانچہ اول درجہ میں حسینؑ بن علیؑ کا مرتبہ بہادری میں ہے۔ کیونکہ میدان کربلا میں ریت پر تشنگی اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا کام کیا ہو، اس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ہے۔ ''ایک کی دوا دو'' مثل مشہور ہے۔ اور مبالغہ کی حد بھی ہے۔ جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا، لیکن حسینؑ اور بہتر تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیا تھا۔ اور اس پر بھی قدم نہ ہٹا۔ چنانچہ چاروں طرف دس ہزار فوج یزید کی تھی جن کے تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ مثل آندھی کے آتی تھی۔ پانچویں دشمن عرب کے دھوپ کے مانند عرب کی دھوپ ہے، اور چھٹا دشمن وہ ریگ کا میدان تھا جو آفتاب کی تمازت میں شعلہ زن اور تنور کی خاکستر سے زیادہ پر سوز تھا، بلکہ اس کو دریائے قہر کہنا چاہیے۔ جس کے بلبلے بنی فاطمہؑ کے پاؤں کے آبلے تھے۔ اور دشمن سب سے ظالم بھوک اور پیاس مثل دغا باز ہمراہی کے تھے...... پس جنھوں نے ایسے معرکہ میں ہزارہا کافروں کا مقابلہ کیا ہو، پس ان پر خاتمہ بہادری کا ہو چکا۔

(تاریخ چین اردو جلد ۲ باب ۱۶ ۱۸۴۸ء)

ڈاکٹر میسور ماربین

جرمنی مؤرخ سیاست اسلامیہ

ہمارے نزدیک قانونِ محمدؐ کی حفاظت اور مُسلمانوں کی ترقی اور اسلام کی اشاعت یہ سب کچھ حسینؑ کے قتل ہو جانے سے اور ان واقعات کے پیدا ہو جانے سے ہے۔ ملکی احساس اور ہیجان مذہبی جو تعزیہ داری سے پیدا ہوا کسی قوم میں نظر نہیں آتا۔ تمام اعلیٰ صفات اور پولیٹکل رزولیوشن کا احساس...... حسینؑ کی عزاداری سے ہو گیا ہے۔ اور جب تک اس عمل کو اپنا ملکہ قرار دیتے رہیں گے پستی اور زبردستی قبول نہ کریں گے...... حسینؑ اپنے زمانے میں سیاست میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اربابِ دیانات میں سے کسی شخص نے ایسی مؤثر سیاست اختیار نہیں کی کہ جو آنجنابؑ نے اختیار فرمائی۔ ان کا قصد سلطنت اور ریاست حاصل کرنے کا نہ تھا۔ صاف صاف اپنے ہمراہیوں سے فرماتے جاتے تھے کہ جو جاہ و جلال کی حرص و طمع میں میرے ساتھ جانا چاہتا ہے وہ ہم سے الگ ہو جائے۔ آپ نے بے کسی اور مظلومیت کو اختیار فرمایا۔ حسینؑ کے واقعہ نے تمام وقائع پر برتری حاصل کر لی۔ حسینؑ کا واقعہ عالمانہ اور حکیمانہ اور سیاسی حیثیت

کا تھا۔ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی"۔

(رسالہ مذکورہ، بترجمہ اردو)

پروفیسر براؤن مصنف تاریخ ادبیات ایران

"ایسا کوئی متنفس ہے کہ جو درد بھرا دل رکھتا ہو اور پھر حالات کربلا کو پڑھ کر اس کا دل نہ پسیجے۔ بحیثیت مجموعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ محرم کی عزاداری کے سلسلہ میں جو جذبات پیدا ہوتے ہیں، خواہ شبیہیں دیکھنے سے ہوں یا نوحہ خوانی سے وہ نہایت کھرے اور سچے ہوتے ہیں۔ اور غیر ملکوں اور غیر مسلموں کو بھی ان کے مخلصانہ اور مؤثر ہونے کا اعتراف کرنا پڑتا ہے"۔

(لٹریری ہسٹری آف پرشیا)

مسٹر والٹیر مشہور فرنچ اہل قلم

"کربلا والے حسینؑ کے علاوہ تاریخ میں ایسی کوئی ہستی دیکھنے میں نہیں آئی جس نے بنی نوعِ انسان پر ایسے مافوق الفطرت اثرات چھوڑے ہوں"۔ (والٹیر)

جرجی زیدان معروف مسیحی مؤرخ

"واقعہ کربلا ایک سانحہ عظیمہ ہے جس کی تاریخ عالم میں نظیر نہیں ملتی" (غادہ کربلا)

اسی چودہ کے مبارک و مسعود عدد پر اس سلسلہ مبارکہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ ورنہ ع

سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

بنا بریں حقائق امام حسینؑ کے فقید المثال کارنامہ کے متعلق بڑے فخر و انبساط کے ساتھ کہا جا سکتا ہے: ؎

انسانیت کے نام پہ کیا کر گئے حسینؑ
ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو

(قیصر)

مؤلف: کاظم سعید پور مترجم: مولانا اقبال حسین مقصود پوری

قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

قُل لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى

کہدو میں تم سے اپنے قربیٰ سے محبت کے سوا کسی اجرت کا طلب گار نہیں ہوں۔ (سورۃ حم شوریٰ: ۲۳)

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ حُبَّ الْاَئِمَّةِ مِنْ اَهْلِ بَيْتِىْ فَقَدْ طَابَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

جسے اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیتؑ کے ائمہؑ کی محبت عطا فرمائی اسے دنیا و آخرت کی خیر ملی۔ (میزان الحکمۃ)

اَلْزِمُوا مَوَدَّتَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ

ہم اہل بیتؑ کی محبت پر ہمیشہ قائم رہو۔ (ایضاً)

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ حُبَّنَا رِضَى الرَّبِّ (بحار الانوار جلد ۶۸ صفحہ ۶۱)

ہماری محبت اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔

بھاری سرمایہ

ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: میں آپ اہل بیتؑ کے شیعوں سے ہوں اور پھر اپنی تنگ دستی اور فقر کی شکایت کی۔ آپؑ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے تو ہمارا شیعہ اور مُحبّ بھی اور اپنے آپ کو فقیر بھی سمجھتا ہو، جبکہ ہمارے سب شیعہ بہت بڑے ثروت مند ہوتے ہیں۔ تیرے لیے ایک ایسی نفع بخش تجارت اللہ تعالیٰ نے قرار دی ہے جو بہت زیادہ منفعت والی ہے۔ اس شخص نے پوچھا مولا! وہ تجارت کونسی تجارت ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر آپ سے کوئی ثروت مند کہے کہ اس ساری دھرتی کو تیرے لیے چاندی سے بھر دیتے ہیں تم ولایت اہل بیت علیہم السلام سے دستبردار ہو جاؤ اور ان کی محبت و دوستی اپنے دل میں ڈال لو تو کیا ایسا کرنے کو تیار ہو جاؤ گے؟ اس شخص نے عرض کیا: نہ اے فرزند رسولِ خدا! بلکہ اگر پوری دنیا کو سونے سے بھر کر کوئی مجھ سے ایسا مطالبہ کرے تو بھی میں اس کا مطالبہ مسترد کر دوں گا۔ آپؑ نے فرمایا: دیکھا میں کہتا ہوں آپ فقیر نہیں ہیں۔ بے نوا تو وہ ہوتے ہیں جن کے پاس یہ خزانہ جو آپ کے پاس ہے نہ ہو۔ پھر آپؑ نے کچھ مقدار مال اسے عطا فرمایا اور وہ رخصت لے کر چل دیا۔

ولایت

علامہ مجلسیؒ نے امام جعفر صادق علیہ السلام یا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے صحیح سند سے روایت کیا ہے مومن کی وفات کے بعد اس کی قبر میں چھ تصویریں داخل ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک سب سے

خوبصورت ہوتی ہے۔ جس کی خوشبو انتہائی پاکیزہ اور حالت اعلیٰ ہوتی ہے۔ وہ تصویریں ترتیب کے ساتھ دائیں بائیں سامنے سر کے اوپر اور پیروں کی طرف کھڑی ہو جاتی ہیں اور جو بہت خوبصورت ہوتی ہے وہ سر کے اوپر کھڑی ہوتی ہے۔ جونہی کوئی مشکل یا عذاب اس مردے کا رخ کرتی ہے تو جس طرف سے آمد ہوتی ہے اس طرف والی تصویر اس کا دفاع کرتی ہے۔ سر کی جانب والی خوبصورت تصویر باقی تصاویر سے مخاطب ہو کر ان سے پوچھتی ہے: خداوند متعال آپ کو جزائے خیر دے، تم کون ہو؟ دائیں جانب والی تصویر جواب دیتی ہے میں نماز ہوں۔ بائیں طرف والی کہتی ہے میں زکوٰۃ ہوں۔ جو سامنے والی ہوتی ہے کہتی ہے میں روزہ ہوں۔ سر کے پیچھے والی کہتی ہے میں حج و عمرہ ہوں۔ جو پاؤں کی جانب ہوتی ہے کہتی ہے میں اس کے اپنے بھائی مومن کے ساتھ نیکی و احسانات ہوں۔ پھر یہ سب تصویریں مل کر اس خوبصورت تصویر سے سوال کرتی ہیں: آپ کون ہیں؟ آپ تو ہم سے بہت زیادہ پاکیزہ معطّر زیبا ہیں؟ وہ تصویر جواب دیتی ہے: میں ...... ولایت آلِ محمد علیہ السلام ہوں۔ (بحار الانوار)

محبت کا اثر

ایک شخص ساری زندگی فسق و فجور میں گزار کر مرگیا۔ بنی اسرائیل نے اسے اٹھا کر ایک کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ خداوند متعال نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جا کر اسے اٹھاؤ اور غسل و کفن دے کر دفن کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے اس عزت و احترام و اکرام کا سبب دریافت کیا۔ ارشاد ہوا: اس لیے کہ اس نے ایک دن حضرت محمد مصطفیٰؐ کے بارے تورات میں آپ کے فضائل دیکھے تو اس کے دل میں میرے حبیب کی محبّت پیدا ہوگئی۔ پھر اس نے اس صفحہ کو اپنے منہ پر لگا کر چوم لیا تھا۔ میں نے اس کے اسی لیے سارے گناہ بخش دیے ہیں۔

عشقِ ولایت

جب جناب حجر بن عدیؓ اپنے دوسرے چھ ساتھیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر جلاد کے سامنے آئے اور ان کی شہادت کا وقت قریب آ گیا تو انھوں نے جلاد سے فرمایا: اگر آپ لوگ میرے بیٹے ہمام کو بھی قتل کرنا چاہتے ہیں تو میری خواہش ہے پہلے اسے قتل کریں۔ جلاد نے پوچھا: اس کی وجہ کیا ہے، آپ اس قسم کی خواہش کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں وہ میری گردن پر چلتی تلوار دیکھ کر اس کے خوف سے ولایت علی بن ابی طالب علیہما السلام سے دستبردار نہ ہو جائے۔

حجر بن عدی حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں، آپؐ نے حجر کو ہی فرمایا تھا: "تم علیؑ کی دوستی کی وجہ سے قتل کیے جاؤ گے، اور جونہی تیرا سر گردن سے جدا ہو کر زمین پر گرے گا، زمین سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہوگا جو تیرے خون آلود سر کو دھو ڈالے گا"۔ اور پھر اسی طرح ہی ہوا کہ ان کی شہادت کے وقت جب ان کا سر تن سے جدا ہو کر زمین پر گرا تو پانی کا ایک چشمہ زمین سے اُبلا اور اس کے سر مطہر کو دھو ڈالا۔

تحریر: علامہ آفتاب حسین الجوادی

(سلفی صاحب مزید لکھتے ہیں):

حالانکہ علامہ طبرسی ان چار شیعہ علماء میں سے ہے جو بظاہر تحریف قرآن کے منکر تھے مگر ان کی گومگو قلمی پالیسی کو علامہ بحر العلوم بھانپ گئے اور انہوں نے شیعیت پر مزید گہرائی سے غور فرما کر فتویٰ تکفیر دیا تھا۔ فاضل مضمون نگار اوکھلی میں اپنا سر پھنساتے جا رہے ہیں۔

(ماہنامہ حق چاریار جلد ۲۶، شمارہ ۱۱، صفحہ ۴۸، نومبر ۲۰۱۳ء)

محترم قارئین! مولانا عبد العلی بحر العلوم بن نظام الدین فرنگی محلی متوفی ۱۲۲۵ھ کی شہرہ آفاق کتاب ''فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت''، مطبع الرفیع منشی نول کشور، لکھنو ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ بمطابق جنوری ۱۸۷۸ء ہمارے پیش نگاہ ہے۔

آیئے ہم یہاں بحر العلوم کی وہ متعلقہ عبارت پیش کر دیتے ہیں کہ جس سے مفتی صاحب نے نتیجہ اخذ کیا ہے۔ لیجئے وہ عبارت یہ ہے:

مسئله انکار حکم الاجماع القطعی وهو المنقول متواترا من غیر استقرار خلاف سابق علیه کفر عند اکثر الحنفیة وطائفة ممن عداهم لانه انکار لما ثبت قطعاً انه حکم الله تعالی خلافا لطایفة فالواجبة وان کان قطعیا لکونها نظریة فدخل فی حیز الاشکال من حیز الظهور کالبسملة ومن هنا ای من اجل ان انکار حکمه لیس کفر الم یکفر الروافض مع کونهم منکرین بخلافة خلیفة رسول الله صلی الله علیه وآله واصحابه وسلم حقا وقد انعقد علیه الاجماع من غیر ارتیاب وهذا بظاهره یدل علی ان عدم تکفیر هم مخصوص بمن لا یری انکار حکم الاجماع کفر اواما عند من یری انکاره کفرا فهم کافرون و لیس الامر کذلك فان الصحیح عند الحنفیة انهم لیسوا بکفار حتی یقبل شهادتهم الا الخطابیة وقد نص الامام علی عدم تکفیر احد من اهل القبلة والشیخ ابن الهمام وان کان میله فی فتح القدیر فی مسئلة امامة المبتدعة الی التکفیر لکن قال فی کتاب الخراج بعدم تکفیر هم وماروی عن الامامین الهمامین ابی حنیفة والشافعی من عدم جواز الصلوة خلفهم فلیس بکفرهم کما زعم هوبل لانهم ینکرون الجماعة والامامة فلا ینوون الصلوة لله تعالی عند امامتهم ولفقد ان النیة بطل صلوتهم فبطل صلوة المقتدین ولان بدعتهم لما اشتدت الی ان وصل قریبا الی الکفراورثت شبهة فی ایمانهم وقویت فمنع من الاقتداء بهم وحکم بفساد الصلوة من اقتدی بهم وفی بحرالرائق حقق بتفصیل بلیغ ان تکفیر الروافض لیس مذهبا لائمتنا المقتدین وانما ظهر فی افواه المتاخرین فالوجه فی عدم تکفیر هم ان تدینهم اوقع فیما اوقع فهم انما وقعوافیما وقعوا زعما منهم انه دین محمدی۔ وان کان زعمهم هذا باطلا بیقین غیر مشوب باحتمال ریب فیهم وما کذبوا محمدا صلی الله علیه

وآله واصحابه وسلم فی زعمهم فهم غير ملتزمين الكفر والتزام الكفر يكفردون لزومه واما انكارهم المجمع عليه وان كان انكار جبلی ونشاء من سفاهة لكن ليس انكارا مع اعترافهم انه مجمع عليه بل ينكرون كونه كك لشبهة نشاء ت لهم وان كانت باطلة فی نفس الامر وهی زعمهم ان اميرالمؤمنين عليا رضی الله عنه انما بائع تقية وخوفا وان كان هذا الزعم منهم باطلاما يضحك به الصبيان واميرالمؤمنين علی كرم الله وجهه بری عن نحو هذه التقية الشنيعة والله هو بری لاريب فی انه بری فهذه الشبهة وان كانت شبهة شيطانية وانما جزء هم عليها الوساوس الشيطانية لكنها مانعة عن التكفير وانما الكفر انكار المجمع مع اعترافه انه مجمع عليه من غير تاويل وهل هذا الا كما اذا انكر المنصوص بالنص القطعی بتاويل باطل وهو ليس كفر او كذا هذا ومن هنا ظهر لك سر عدم تكفير الخوارج مع انهم ينكرون ما اجمع عليه قطعا من فضائل امير المؤمنين علی كرم الله وجهه و ينسبونه الی الكفر مع ان ايمانه وفضائله ثابتة كالشمس ومجمع عليه اجماعا قطعيا ومن انكار عصمة مال المسلمين ودمائهم ويجوزون قتلهم ونهبهم وقد روی الامام محمد ان امير المؤمنين كان لايمنعهم عن الصلوة فی المسجد وقال انا لا امنعكم عن المساجد يذكرون فيها اسم الله تعالی فافهم واحفظ

"اجماع قطعی کے انکار کا حکم: اجماع قطعی وہ ہوتا ہے جس سے پہلے کوئی اختلاف نہ ہوا ہو اور یہ اجماع متواتر منقول ہو، حکم یہ ہے کہ ایسے اجماع کا انکار کفر ہے اکثر حنفیہ کے نزدیک اوران کے علاوہ ایک گروہ کے نزدیک۔ اس لئے کہ یہ اس امر کا انکار ہے جو قطعاً ثابت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، لیکن اس حکم سے ایک گروہ نے اختلاف کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ اجماع حجت ہے اگر چہ قطعی ہے اس لئے کہ یہ نظری ہے لہٰذا ظاہر ہونے کے لحاظ سے دائرہ اشکال میں آتی ہے جیسے کہ بسم اللہ (کو ہر سورت کا حصہ ماننا، یا نہ ماننا) اسی وجہ سے یعنی اس لئے کہ اس کے حکم کا انکار کفر نہیں ہے، روافض کی تکفیر نہیں کی گئی، باوجودیکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلافت کے حق ہونے سے منکر ہیں، حالانکہ اس پر بغیر شک کے اجماع مُنعقد ہوا ہے۔ یہ نظریہ ظاہری طور پر اس امر پر دلالت کرتا ہے ان کی عدم تکفیر ان لوگوں سے خاڈ ہے۔ جو حکم اجماع کے انکار کو کفر نہیں سمجھتے، لیکن جو کوئی اس اجماع کے حکم کے انکار کو کفر سمجھتا ہو وہ کافر ہے، لیکن معاملہ ایسے نہیں ہے۔ اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک صحیح فیصلہ ہی ہے کہ روافض کافر نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کی شہادت (گواہی) قبول کی جائے گی لیکن خطابیہ کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ امام ابوحنفیہ نے (اہل قبلہ میں سے کسی تکفیر نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے) اگر چہ فتح القدیر میں مبتدع کی امامت ہمایین ابوحنفیہ وشافعی سے مبتدعہ کے پیچھے نماز کے عدم جواز کی روایت ہے وہ ان کے کافر کی وجہ سے نہیں ہے جیسا کہ صاحب فتح الباری نے گمان کیا ہے، بلکہ اس لئے ہے کہ وہ جماعت اور امامت کا انکار کرتے ہیں تو وہ (عام مُسلمانوں) کی امامت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نماز کی نیت نہیں کرتے چنانچہ نیت کے نہ ہونے سے ان کی نماز باطل ہوجاتی ہے، لہٰذا مُقتدیوں کی نماز بھی باطل ہوجاتی ہے۔ نیز اس لئے بھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے عدم جواز کی بات کی گئی کہ جب ان کی بدعت شدید ہوگئی حتیٰ کہ کفر کے قریب پہنچ گئی تو ان کے ایمان میں شبہ پیدا ہو کر دیا اور وہ شبہ قوی ہوگیا سو ان کی اقتداء سے منع کیا گیا اور ان کی اقتداء میں نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیا گیا۔ بحرالرائق میں تفصیل بلیغ سے تحقیق کی ہے کہ روافض کی تکفیر ہمارے مُتقدمین

ائمہ کا مذہب نہیں ہے یہ بات متأخرین کے منہ سے نکلی ہے۔ ان عدم تکفیر کی وجہ یہ ہے کہ ان کی دینداری نے انہیں اس غلط فہمی میں ڈالا ہے چنانچہ قائل ہوئے اس بات کے جس کے قائل ہوئے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہی (اصلی) دین محمدی ہے۔ اگر چہ ان کا یہ خیال بغیر کسی احتمال وشک کی ملاوٹ کے باطل ہے انہوں (روافض) نے اپنے گمان کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا نہیں ہے لہٰذا وہ التزام کفر کرنے والے نہیں ہیں، حالانکہ التزام کفر، کفر ہوتا ہے نہ کہ لزوم کفر۔ بہر حال ان کا مجمع علیہ امر کا انکار، اگر چہ انکار فطری ہے اور ناسمجھی کی بنیاد پر پیدا ہوا ہے لیکن ان کا یہ انکار ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ یہ اعتراف بھی ہو کہ یہ امر مجمع علیہ ہے (وہ اس امر کو مجمع علیہ مانتے ہی نہیں) بلکہ وہ اس مجمع علیہ ہونے کا اس شبہ کی بناء پر انکار کرتے ہیں جو انہیں لاحق ہوا ہے اگر چہ وہ شبہ درحقیقت غلط ہے۔ وہ شبہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ اور خوف کی وجہ سے بیعت کی تھی۔ اگر چہ ان کا یہ گمان اس حد تک باطل ہے جس سے بچے بھی ہنس پڑیں۔ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اس طرح کے تقیہ شنیعہ سے بیزار ہیں اللہ کی قسم وہ اس سے بری ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس سے بیزار ہیں چنانچہ یہ شبہ شیطانی شبہ ہے ان پر انہیں شیطانی وساوس نے برانگیختہ کیا ہے، لیکن یہ تکفیر سے مانع ہے۔ کفر تو وہ ہوتا ہے جب کسی مجمع علیہ امر کا اس اعتراف کے ساتھ انکار کیا جائے کہ وہ مجمع علیہ ہے اور کوئی تاویل بھی ساتھ نہ ہو۔ یہ معاملہ تو ایسا ہے جیسے کسی منصوص بنص قطعی امر کا باطل تاویل سے انکار کیا جائے، یہ کفر نہیں ہوتا۔ اس طرح (روافض کا) یہ شبہ بھی ہے۔ اسی سے آپ پر خوارج کی عدم تکفیر کا راز بھی ظاہر ہو جائے گا حالانکہ وہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اجماعی قطعی فضائل کے منکر ہیں اور آپ کی طرف کفر کی نسبت دیتے ہیں حالانکہ آپ کا ایمان اور فضائل سورج کی طرح ثابت ہیں اور قطعی مجمع علیہ ہیں۔ اس طرح وہ مُسلمانوں کے اموال اور خون کی عصمت سے انکار کرتے ہیں، مُسلمانوں کو قتل کرنا اور ان کے مال لوٹنا جائز قرار دیتے ہیں امام محمد (شیبانی) نے روایت کی ہے کہ امیر المؤمنین (علیؑ) خوارج کو مسجد سے نہ روکتے تھے، نیز فرمایا: میں تمھیں مساجد سے نہیں روکتا جن میں اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاتا ہے۔ پس یوں سمجھ اور اس بات کو یاد رکھ۔ (شرح مسلم الثبوت بحر العلوم الاصل الثالث الاجماع ص ۵۱۹، ۵۲۰، مطبوعہ المطبع الرفیع نولکشور لکھنو ۱۸۷۸ء)

علاوہ ازیں بحر العلوم نے اپنے ایک اصولی عالم علی بن محمد بزدوی المتوفی ۴۸۲ھ کے یہ الفاظ نقل لئے ہیں کہ اجماع صحابہ متواتر کی مانند ہے چنانچہ نقل کرتے ہیں فیکفر جاحدہ فی الاصل ''اس کا منکر اصل میں کافر کہا جائے گا''۔

بحر العلوم اس عبارت کی تشریح میں رقم طراز ہیں ''اس امام فخر الاسلام قدس سرہ کا مقصد یہ ہے کہ اجماع مُطلق قطعیت میں آیت اور خبر متواتر کی طرح ہے اصل اس کی یہ ہے کہ اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا اس لئے کہ یہ حکم مقطوع کا انکار ہے مگر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی بعض شبہات کی بنیاد پر۔ اس کی طرف انہوں نے لفظ ''فی الاصل'' کی قید لگا کر اشارہ کر دیا ہے ولذا لم یکفر الروافض والخوارج، لہٰذا روافض وخوارج کی تکفیر نہیں کی گئی''۔ (شرح مسلم الثبوت ص ۵۲۰، ۵۲۱)

ہم یہ بات پورے وثوق سے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اصل فتوی ہر قاری کے سامنے واضح طور پر عیاں کر دیا ہے تاہم اس تصریح کے باوجود مزید تسلی وتشفی کے لئے ذرا بحر العلوم کی دیگر کتب پر بھی نظر ڈالتے چلیں تاکہ زیر بحث مسئلہ میں قیل وقال

کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ اور ہمارے قارئین کرام پر روشن ہو جائے گا کہ اس قدر واضح اور غیر مبہم تصریحات کے بالمقابل ایک تکفیری غیر ذمہ دار شخص کا بحر العلوم کی جانب منسوب من گھڑت قول کہ ''انہوں نے اپنے فتوی سے رجوع کر لیا تھا'' سراسر فریب کاری و دھوکہ دہی اور دروغ بافی و کذب بیانی کی انتہا ہے جو ناصبی ذہنیت اور سوچ و فکر کا مظاہرہ ہے جس سے ہر منصف قاری یقیناً محو حیرت رہ جاتا ہے۔ آپ ذرا انصاف فرمائیں اور ان تکفیری خدامیوں سے دریافت کیا جائے کہ وہ دیدہ دانستہ امت اسلامیہ میں افتراق و تشتت اور اسے گمراہ کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں، غلامانہ ذہنیت میں مبتلا ہو کر عزت نفس کے احساسات سے نا آشنا ہو کر عبد الشکور صاحب لکھنوی کی اندھی تقلید میں اس حقیقت کو قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کہ انہوں (عبد الشکور صاحب) نے شدّت جذبات سے مغلوب ہو کر مذہبی تعصّب میں اہل حق کے خلاف تکفیر کا بیج بو کر امت اسلامیہ کو نقصان پہنچایا، ان کو طعن و تشنیع اور بے جا تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک بہت بڑی بد دیانتی یہ کی گئی کہ مولانا عبد العلی بحر العلوم کے اپنے اصل فتوی سے رجوع کا پروپیگنڈہ بڑے زور و شور سے پھیلا کر اس کی خوب اشاعت کی گئی جس کے ذریعے عوام کو گمراہ کیا گیا۔

اب آئیے ان کے اس جھوٹے پروپیگنڈے کو مزید بے نقاب کرتے ہیں۔ چناں چہ بحر العلوم نے امام ابو حنیفہ کی عقائد پر مشتمل مشہور کتاب ''فقہ اکبر'' کی فارسی میں ایک مختصر شرح تصنیف کی ہے جسے مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء میں مولانا برکت اللہ فرنگی محلی کی تصحیح کے ساتھ مطبع فخر المطابع لکھنؤ سے شائع کیا ہے یہی مطبوعہ نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔ عبد العلی بحر العلوم اس کتاب کے صفحہ ۴۵ میں مستحِلّ ذنب پر ''فتوی کفر'' سے متعلّق بحث کے ضمن میں پر رقمطراز ہیں:

واز ین جهت که مستحل ذنب کافر است بعضے متاخرین بکفر امامیه می کنند چه آنها سب شیخین را حلال می دانند ونیز خلافت حضرت صدیق باجماع ثابت است وآنها منکر خلافت اند وشیخ ابن همام گفته در شرح هدایة در باب امامت که امام ابی حنیفه ؒ وامام شافعی ؒ نماز پس آنها باطل می دانند واگر کافر نبودی نزد آن امامین نماز باطل نه بودی چه نماز پس مبتدع صحیح است لیکن مکروه وصاحب بحر رائق گفته روایت از قدما مروی نشده ومسائل اسم بران روایت فرموده نخواهد آمد واین فقر گوید که ظاهر صاحب بحر رائق است چه روافض امامیه سب را حلال نمی دانند باقیام دلیل واوشان دلیل را قائم نمی دانند بلکه مؤل اجماع را مسلم نمی دانند ومأوّل کافر نمیشود چنانچه بالا گذشته است وامامین ابی حنیفه ؒ وشافعی ؒ تکفیر احدی از اهل قبله نمی کنند واوشان تکفیر کسے نمی کنند مگر آنکه دلیل قطعی یابند چون ابلیس وابوجهل ——— وجواب شیخ ابن همام انشاء الله تعالی می آید۔

''اس لحاظ سے کہ گناہ کو حلال جاننے والا کافر ہوتا ہے بعض متاخرین نے امامیہ کے کفر کا حکم لگایا ہے۔ اس لئے کہ امامیہ شیخین کو سَبّ کرنا حلال جانتے ہیں۔ نیز اس بنا پر کہ حضرت صدیق کی خلافت اجماع سے ثابت ہے اور امامیہ اس کے منکر ہیں۔ شیخ ابن ہمام نے شرح ہدایہ کے باب امامت میں کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی ان کے پیچھے نماز کو باطل جانتے ہیں۔ اگر وہ کافر نہ ہوتے تو ان دونوں اماموں کے

نزدیک ان کی اقتداء میں نماز باطل نہ ہوتی، اس لئے کہ بدعتی کے پیچھے نماز صحیح ہوتی ہے، لیکن مکروہ ہوتی ہے۔ صاحب بحرالرائق نے کہا ہے کہ روافض امامیہ سبّ کو حلال نہیں سمجھتے جب کہ دلیل سے ثابت ہو، لیکن وہ دلیل کو قائم یعنی ثابت نہیں مانتے بلکہ مؤوّل (تاویل کنندہ) ہیں اور ان کو مُسلمان نہیں مانتے، اور تاویل کنندہ کافر نہیں ہوتا، جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حالانکہ امام ابو حنیفہ اور شافعی اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔ یہ کسی شخص کی تکفیر نہیں کرتے مگر اسی صورت میں جب قطعی دلیل دستیاب ہو جیسے ابلیس وغیرہ...... اور شیخ ابن ہمام (کے شبہ) کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اوراق میں آئے گا''۔

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اہل سنت کے مُتقدمین بشمول بحرالعلوم اور متاخرین میں سے علماء کی اکثریت شیعہ کی تکفیر نہیں کرتی۔ بقول ابن نجیم مصری صاحب البحر الرائق مُتقدمین نے سبِّ شیخین کو جائز سمجھنے کی بنا پر شیعہ پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا، بلکہ زیادہ سے زیادہ مبتدع ہی کہا ہے۔ متاخرین میں سے بعض مثلاً ابن ہمام نے شیعہ کے پیچھے نماز کے ناجائز ہونے کے فتوے کی بنا پر غلط فہمی سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ شاید شیعہ پر امام ابو حنیفہ وغیرہ نے کفر کا حکم لگایا ہے۔ یہ ان بعض متاخرین کی غلط فہمی تھی، جس سے آئندہ آنے والے بھی قلت فہم تدبر کی بنا پر متاثر ہوتے رہے۔ علامہ عبدالعلی فرنگی محلی نے اس غلط فہمی کا خوش اسلوبی کے ساتھ ازالہ کر دیا ہے۔ نیز بحرالرائق کے مؤلف ابن نجیم مصری نے بھی اس سے پہلے وضاحت کر دی تھی کہ یہ موقف مُتقدمین اہل سنت کا نہیں ہے، بلکہ بعض متاخرین نے غلط فہمی سے اسے اختیار کیا ہے جو اسلامی اصولوں اور عقائد کے صریحاً خلاف ہے۔

بایں ہمہ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اہل سنت کے یہ بھی مُتقدمین و متاخرین علماء اور مولانا عبدالعلی بحرالعلوم وغیرہ جاہل، شیعہ کتب سے نابلد اور احمق تھے انہیں تحقیق و مطالعہ اور شرعی مسائل و قواعد سے کوئی تعلّق نہیں تھا۔ صرف ایک عبدالشکور صاحب ہی مُحقّق و صاحب مطالعہ گزرے ہیں۔ یاللعجب

اس مذکورہ بالا عبارت میں بحرالعلوم نے اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ ابن ہمام کے نظریہ کا جواب اسی کتاب کے آئندہ اوراق میں دیا جائے گا۔ اب آئیے ان کا وہ جواب ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ اس سلسلے میں موصوف ''والصلوۃ خلف کل بر و فاجر جائز'' کی تشریح کرتے ہوئے ابن ہمام کے شُبہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

پس عدم جواز نماز پسِ شیعہ برای شبہہء کفر است نہ برای کفر حقیق پس مندفع شد استدلال شیخ ابن ھمام ازین مسئلہ بہ تکفیر شیعہ،

''پس شیعہ کی اقتداء میں نماز کا عدم جواز کفر کے شُبہ کی بنا پر ہے نہ کہ کفر حقیقی کی وجہ سے، سو شیخ ابن ہمام کا تکفیر شیعہ کے مسئلہ پر استدلال مسترد ہو گیا''۔

(شرح فقہ اکبر (فارسی) صفحہ ۵۶، مطبع فخر المطابع لکھنؤ ۱۹۱۴ء)

علامہ عبدالعلی نے ابن ہمام وغیرہ کے شُبہ کا رد واضح اور غیر مبہم انداز میں کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ شیعہ کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا حکم شُبہ کفر کی بنا پر ہے۔ جب کہ کفر حقیقی کا حکم یا فتویٰ تو بہت دور کی بات ہے، اس کا تصور بھی مُتقدمین کے نزدیک احتیاط سے بعید ہے۔ اس لئے اہل قبلہ میں سے کسی پر کفر کا حکم لگانا ان کے نزدیک خود ایک گھناؤنا جرم ہے۔

مزید برآں مولانا عبدالعلی بحرالعلوم نے اپنی دیگر تصانیف میں بھی کھلے لفظوں میں شیعہ کی عدم تکفیر کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ ''رسائل الارکان'' میں باب امامت مبتدع سے متعلق حنفی مسلک

کی ترجمانی کرتے ہوئے جو وضاحت کی ہے وہ پیش خدمت ہے۔ چنانچہ تحریر کرتے ہیں:

و یکرہ امامة المبتدع اعلم ان المبتدع الذی یصلی الی القبلة لم یحکم الائمة الاربعة بکفرهم وما روی عن الامام ابی حنیفة من قال بخلق القرآن فهو کافر فاطلاق الکافر من الکفران ای کافر للنعمة لا من الکفر الذی هو مقابل الایمان لکن المبتدع الذی یحرز المصلی خلفه ثواب الجماعة لکن یکرہ عند وجود غیر المبتدع مبتدع لم یحصل بدعته الی ان یصلی عند کونه اماما للسنی بلانیة او یلعن فی الصلوة علیه او علی مقتداهم او یصلی بلاطهارة للتعنت او کان فی وضوئه وغسله شبهة واما هذا المبتدع فلا یجوز الصلوة خلفه البتة ما روی عن الامامین ابی حنیفة والشافعی فساد الصلوة خلف الشیعة فالمراد بالشیعة من کان دیدنهم السبّ وکان فی ادعیتهم الصلوتیة سبّ الصحابة الاخیار ولا یرون الامامة فی الصلوة جائزة ولاشك فی فساد الصلوة خلف هذه الفئة من الشیعة واما الشیعة الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیهما اصلا کالزیدة فیجوز خلفهم الصلوة لکن یکرہ کراهة شدیدة

"مبتدع کی امامت مکروہ ہے۔ جان لیں کہ وہ بدعتی جو قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں، ان پر ائمہ اربعہ نے کفر کا حکم نہیں لگایا۔ یہ جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ جو شخص خلق قرآن کا قائل ہو، وہ کافر ہے۔ سو کافر کا اطلاق کفران سے ہے، مراد یہ ہے کہ یہ شخص کافر نعمت ہے نہ کہ وہ کفر جو ایمان کے مقابل ہوتا ہے۔ وہ مبتدع جس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے نمازی کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے، لیکن غیر مبتدع کی موجودگی میں مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے، ایسا مبتدع ہوتا ہے جس کی بدعت اس حد تک نہ پہنچی ہو کہ وہ کسی سنی شخص کا امام بننے کی نماز کے وقت نیت نہ کرے، نماز میں اپنے ایسے مُقتدی پر لعنت کرتا ہو، یا ان کے رہنماؤں پر لعنت ہو، یا عداوت کی بنا پر بغیر طہارت کے نماز پڑھتا ہو، یا اس کے وضو اور غسل میں شک و شُبہ ہو۔ ایسے مبتدع کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ اور شافعی سے جو مروی ہے کہ شیعہ کے پیچھے نماز فاسد ہوتی ہے تو اس سے مراد وہ شیعہ ہیں جن کی عادت ہی سَبّ و شتم کرنا ہو اور ان کی نماز کی دعاؤں میں نیک صحابہ پر سَبّ ہو اور وہ سنیوں کی امامت کرنے کو جائز نہ جانتے ہوں۔ اس طرح کے شیعہ گروہ کے پیچھے نماز کے فاسد ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن وہ شیعہ جو حضرت علیؑ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہیں لیکن ان پر طعن نہیں کرتے جیسے زیدیہ، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن شدید مکروہ ہے۔"

(رسائل الارکان صفحہ ۹۹، مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۶ھ)

بحر العلوم نے بحث کی ابتداء ہی اس مُسلمہ اصول سے کی ہے کہ ائمہ اربعہ نے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے کو کافر نہیں کہا، اس اصول کے تحت وہ شیعہ کو بھی اہلِ اسلام میں سے گردانتے ہیں۔ زیدی شیعہ کی اقتداء میں نماز جائز ہو جائے گی، لیکن سبّیہ گروہ شیعہ کے پیچھے نماز فاسد بتائی ہے اس لیے کہ علامہ کے نزدیک ان کی بدعت نسبۃً شدید لیکن حکم کفر تقاضائے احتیاط اور اصل اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ اس طرح کے غیر محتاط فتاویٰ بالخصوص متاخرین میں جاری ہوتے رہے ہیں جیسے کہ فرنگی محلی نے اسی عبارت کے اختتام پر لکھا ہے کہ اہلِ کبائر کی شفاعت سے منکر، منکر رویت، منکر عذاب قبر وغیرہ کے پیچھے بھی نماز جائز نہ ہونے کے فتاویٰ متاخرین کی تشویشات ہیں، مُتقدمین کے مسلک احتیاط سے مخالف اور بعید ہیں اسی وجہ سے صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ فلا یلتفت الیها فضلا عن ان

یفتی بہا ایسی باتوں کی طرف ہرگز توجہ نہ دی جائے گی چہ جائیکہ فتویٰ دیا جائے۔ یہی حال موجودہ دور کے نام نہاد علماء کا ہے جو اپنے ہی ہم مسلک علماء سے معمولی اختلاف پر عدم برداشت اور کم فہمی کی بنا پر بدعت کے حکم لگا کر ان کی اقتداء میں نماز کو مکروہ تحریمی قرار دے رہے ہیں مثال کے طور پر وفاق المدارس العربیہ مسلک دیوبند کے مفتی صاحبان نے "مماتی" دیوبندی علماء کی اقتداء میں نماز کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ بلکہ بعض علماء دیوبند نے تو "مماتی" دیوبندیوں کے پیچھے نماز کو فاسد تک کہہ دیا ہے۔ اس سے مُتعلقہ لٹریچر خاصی تعداد میں ہمارے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے۔ چنانچہ اُمّتِ اسلامیہ کی بھلائی اور خیر خواہی اسی میں ہے کہ اسے مزید تفرقہ سے بچانے کی خاطر اعتدال پسندی اور رواداری کا رویہ اختیار کیا جائے اور ان سطح بین کم ظرف جلد باز مفتیوں کے فتوؤں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے امت کو اتحاد وبھائی چارے کا درس یاد دلایا جائے۔

تنبیہ ضروری:

مولانا بحر العلوم نے فواتح الرحموت، قیام شاہجہانپور کے دوران ۱۱۸۰ھ میں تالیف کی اور رسائل الارکان اس کے بعد تحریر کی ہے۔ جیسا کہ اپنی اس کتاب (رسائل الارکان) کے مُتعدّد صفحات میں اس بات کا اظہار کیا ہے، مثال کے طور پر کتاب کے ابتدائی صفحہ ۴ پر وضو کے فرض ثانی پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے وقد بینا نبضا منه فی شرح المسلم اور ہم نے اس (بحث) میں سے کچھ حصہ شرح مسلم میں بیان کر دیا ہے۔ صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں وقد اشبعنا الکلام فی المسئلتین فی فواتح الرحموت شرح المسلم اور ہم نے ان دو مسئلوں پر مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت میں سیر حاصل بحث کر دی ہے۔ نیز اسی کتاب (رسائل الارکان) کے صفحہ ۲۰ پر مس ذکر کی بحث میں مروان بن حکم کی روایت قبول کرنے یا نہ کرنے کی بحث میں رقم طراز ہیں و عند محققی مشائخنا لا تقبل روایة اصلا وهو الحق و قد بیّنا فی فواتح الرحموت شرحنا للمسلم، ہمارے مُحقّق مشائخ کے نزدیک اس (مروان) کی روایت بالکل قبول نہیں کی جائے گی اور یہی حق ہے اور اسے ہم نے فواتح الرحموت جو ہماری مسلم پر شرح ہے، میں بیان کر دیا ہے۔

ان کے علاوہ دیگر کئی مقامات پر فواتح الرحموت کا ذکر کیا ہے، یہاں سے پتا چلتا ہے کہ رسائل الارکان اس (فواتح) کے بعد لکھی گئی ہے۔ (جاری ہے)

بقیہ روزِ عاشوراء ائمہ اہل بیتؑ کی کیا حالت ہوتی تھی

⑨ قمیص وغیرہ کے بٹن کھول دیں، آستین الٹ دیں، سر و پیشانی پر قدرے خاک یا راکھ ڈالیں۔ غرضیکہ اہل حزن وملال والی شکل بنائیں۔

⑩ ان تمام مظاہر غم کی روح رواں یہ بات ہے کہ حسینی کردار و رفتار اختیار کریں اور یزیدی افعال سے اجتناب کرنے کا عزم کریں اور اس کا اپنی زندگی میں عملی ثبوت پیش کریں۔

تلك عشرة كاملة

☆ مولانا اختر حسین نسیم پرنسپل مصباح العلوم جعفریہ سوتروٹی ملتان کی اہلیہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان ولواحقین کوصبر کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ جناب محمد علی صدیقی صاحب آف ملتان کی خالہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کوصبر و اجرسے نوازے۔

☆ عاشق حسین مولائی آف بھلوال کی پھوپھی صاحبہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار جناب سیدہ سلام اللہ علیہا میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کوصبر کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ ملک غلام جعفر صاحب ٹی ڈی اے کالونی لیہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ مرحوم پابند صوم وصلوۃ اور عزادار سید الشہداءؑ تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کوصبر واجر سے نوازے۔

التماسِ دُعا برائے صحت وسلامتی

علامہ ملک اعجاز حسین صاحب نجفی پرنسپل دارالعلوم جعفریہ خوشاب دورانِ سفر حج بیمار ہوگئے تھے۔ آج کل صحت قدرے بہتر ہے۔ مومنین ان کی مکمل صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں۔

مولانا عمار رضا عازمِ قم ہوگئے

حضرت آیت اللہ علامہ محمد حسین النجفی کے نواسہ مولانا عمار رضا جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سے درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایم اے علوم عربیہ کی ڈگری سرگودھا یونیورسٹی سے حاصل کرکے عازم قم مقدسہ ہوگئے ہیں، تاکہ مزید دینی تعلیم حاصل کرکے قبلہ علامہ صاحب کی جانشینی کے فرائض سرانجام دے سکیں۔ مومنین عزیز مکرم کی صحت و سلامتی اور ان کی کامیابی کے لیے دعا فرمائیں۔

☆

Registered No. (G) H.C/722

سرزمین وحی اور مقاماتِ مُقدّسہ کی طرف پرواز

کاروان عقیلہؑ بنی ہاشم

کے ہمراہ

حج عمرہ مکہ مکرمہ ☆ مدینہ منورہ ☆ عراق ☆ ایران
کی مکمل زیارات روح پرور ماحول میں علماء کی زیر قیادت

سعودی عرب ۱۲ دن عراق ۱۰ دن ایران ۱۰ دن سفر ٹوٹل ۳۲ دن کا ہوگا

مختصر سا حق زحمت وصول کیا جائے گا
اور رقم باقی بچ جانے کی صورت میں حسب سابق ہر زائر کو واپس لوٹا دی جائے گی
روانگی فروری کے آخری ہفتہ میں ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ
6 عدد رنگین تصویریں اور پاسپورٹ جنوری کے پہلے ہفتہ میں وصول کیے جائیں گے
نیز فقط زیارات عراق و ایران کے خواہشمند احباب بھی رابطہ کرسکتے ہیں

کھانے کے علاوہ تمام اخراجات قافلہ سالار کے ذمے ہوں گے

شیڈول

پاکستان سے سعودی عرب اور سعودی عرب سے عراق بائی ایئر اور
عراق سے ایران بائی روڈ، ایران سے واپسی پاکستان بائی ایئر ہوگا

منجانب: کاروان عقیلہؑ بنی ہاشم چک 36 شمالی سرگودھا

0301-6720512
0345-8963472

الخط کمپوزرز 0307-6719282